

اطلاع ضروری

۱۸۸۸ء تو ختم ہو گیا اور ۱۸۸۹ء کے دو ہفتہ باقی رہیں۔ مگر اکثر حضر۔۔۔

چندہ رسالہ حسن سے منیجر کو شکوہ نہیں فرمایا۔ امید کہ بہت جلد منیجر کو شکریہ کا موقع دیں گے۔

اوجہن حضرات نے زرخندہ ارسال فرمایا اور کانا نام لڑکی مع شکریہ ذیل میں بوج کیا جاتا ہے

ۛ اس رسالہ کی قیمت خریداران ممالک محروسہ سرکار عالی زیر مبادلہ اور خریداران

مہاک انگریزی بندریہ منی آر ڈر ار سال فرما کے میجر کو مستحق قرار دینا ہے۔

وہ ناظرین اپنے تئوں مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے رہیں۔ بسا اوقات

عدم واقفیت مقام سے رسالہ نہیں پہنچتا ہے یا واپس آتا ہے۔

۷ اگرچہ رسالہ حسن چند اخبارات کے معاونین میں بھیجا جاتا ہے۔ مگر یہ توپن

ہو سکتا کہ تمام ہندوستان کے اخبارات کا معاوضہ اس سالہ سے ہو سکے۔ مگر

اکثر صحابہ نے مطایع اخبارات ارسال فرما کے معاوضہ میں در سالہ جن طلب کرتے تھے۔

ہم اون حضرات کا معاوضہ بھی قبول کرینگے جو صاحب اپنے اخبار میں ماہوار علی کیا

رسالہ احسن کا اشتہار جو علیہ الصلوٰۃ والسلام مرسل ہو گا طبع فرمائیں۔

رسید

جذب ڈاکٹر محمد سعید احمد خان بہادر کے سی ۱۱ جاتہ ابراہیم احمد علی سٹینٹ جغیر...

ایس ائی۔ ال۔ ال۔ ڈی۔۔ موصیٰ جناب غلام حسین علی صاحب مرشدیہ مدظلہ

جناب دسر کٹر بلک انٹر کمن مدراس عیسے جناب سیمینا الحق صاحب فونیپہ ۱۸۵۵

جناب ہرٹیس پرس آف آرکاٹ۔ صدر جناب مولوی اج محمد صاحب ملک آباد

جناب امجد کشن پرنس و پرنسپل
جناب سید محمد عبدالقادر صاحب
جناب راجہ مال پور نعل ساہو۔

استہار باغستان

ہمارے باغ واقع منیر آباد میں ایشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور دور
سے آئے ہوئے مختلف قسم کے پودے موجود ہیں جنکی نظیر شاید تمام ہندوستان
میں شاید بہت کم ہوگی۔ یہاں پر چند پودوں کے نام مع قد و اقسام لکھے جاتے ہیں
جو صاحب شوق و خواہش کریں طلب فرمائیں۔ جو پودے تیار نہ ہوں۔ تاریخ اطلاع
دواہ کے اندر پہنچائے جائیں گے۔ کرایہ بار برداری ذمہ خریدار ہوگا۔

(۱) قلمی چوڑی آدم	۴۴ اقام	۱۲	(۲) سب	۳۳ اقام	۳۳
(۳) شفتالو	۱۴ اقام	۸	(۴) آلو بخارا	۹	۸
(۵) انار	۵	۴	(۶) شہتوت	۲	۴
(۷) پیر درانگریزی سیوہ	۶	۳	(۸) زرد آلو	۵	۳
(۹) جام (امروہ)	۵	۴	(۱۰) سنٹرا	۱۲	۳
(۱۱) چکوترا	۵	۴	(۱۲) انجیر	۵	۴
(۱۳) انگور	۵	۴	(۱۴) دہلی (چمکائی)	۵	۳

اگر کوئی دوسری چیز چاہے ہم سب دم
کتابیں نہیں لکھ سکتے۔
بھاجی گورہ حیدر آباد چادر گھاٹ

الناس باللباس

وضع کے اصل معنی کسی شے کے بناوٹ کے ہیں۔ جب کوئی ٹکڑی خام طے ہو
 بنائی جاتی ہے وہ اوس کی وضع کہلاتی ہے۔ انگریزی زبان میں اوسکو
 فیشن کہتے ہیں۔ فیشن کا ترجمہ ہماری زبان میں قطع۔ صورت۔ حالت
 بھی ہو سکتا ہے۔ جو اصطلاحی معنوں کے سوار اور حالتوں میں وضع کے ہم
 ہیں۔ جو چیز ہماری زندگی بسر کرنے میں ہم کو آرام دیتی ہے۔ ہمارے
 جسم اور ہماری روح کو صحت دی حالت میں فائدہ اور آرام پہنچاتی
 ہے۔ اور لوگوں کی نظر دن میں ہم کو خوشنمائی کا جامہ پہنا دیتی ہے۔
 اوس میں ایک وضع ہوتی ہے۔ انسان جس کو خدا نے اور جانوروں
 کی طرح ایک ہی حالت پر رہنے کے واسطے پیدا نہیں کیا۔ جو نوجون
 علم و دولت میں ترسے کر لیا جاتا ہے وضع کی تبدیلی میں بھی کوشش کرنا
 رہتا ہے۔ اوس نے صرف اپنی ہی بنائی ہوئی چیزوں میں دست اندار
 نہیں کی بلکہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو بھی جیسا جیسا موقع پائے
 وہی اور دیتا ہے۔ کوئی شخص اپنے نامن اسی حالت پر نہیں رہنے
 دیتا۔ اور بالوں میں قریش نئے موٹگانہ کی جاتی ہیں۔ تیرہ اپنے
 بالوں کو طے طے کرتے رہتے ہیں۔ عورتیں اپنے بالوں میں دھاتی
 پسند کرتی اور ہر گز تیرہ سے اون کو دیرست رکھتی ہیں۔ تیرہ اور
 عورت کسی کسی اپنے بالوں میں دیرست رکھتی ہیں۔

ڈاڑھی کے رکھنے یا وبال سمجھنا اوس کے خبر باد رکھنے کی ضرورت نہیں کچھ
 تھوڑی نظر نہیں آتیں۔ عورتیں اپنی جسمانی خوشنمائی کے واسطے کچھ
 تکلیف بھی اٹھاتی ہیں۔ علی العموم اذن کے کان چھیدے جاتے ہیں
 اور بہت سے ملکوں میں ناک بھی۔ قدیم زمانہ کے مصری اور سینہ اولک
 کے لوگ لمبے جسم پر سخت سے سخت تکلیف گزرنے کی اٹھاتے تھے
 اب بھی ہندوستان کی بہت سی قومیں اپنے چہرے اور ہاتھوں پر نیلے
 نیلے خط و خال گودولتے ہیں۔ ہندوستان کی رانیان اور ٹھکانیاں
 اپنے دانتوں پر پگئی بیڑی رکھ کر ہمیشہ کے واسطے سیاہ کر لیتی ہیں
 اور اکثر ماڈ و اڑمی عورتیں اپنے دانتوں کو سونا چڑھا کر کٹنی کرتی
 ہیں۔ چین کی عورتیں اپنے پاؤں چھوٹے کر نیلے واسطے شکنجے میں
 کھینچتی ہیں۔ چپہ مثالیں اس بات کی ہیں کہ بعض سندرتی
 چیزیں بھی اپنی اصلی حالت پر نہیں رہتے پاتین۔ چہ جو چیز کائنات
 کی بہت سی اور ایجاد کی ہوئی ہوں لوس کی وضع اور قطع تو ہمیشہ تبدیل
 ہوا ہی کرتی ہے۔ مکان۔ لباس۔ سواری۔ کھانے کے طریقے۔
 اور ادنیٰ کے برتنوں اور دوسری چیزوں کا استعمال۔ گھر کے آؤ
 سامان کی چیزیں۔ خلیکو ہم نشاں البلیت۔ اقمش۔ اور سامان آؤ
 یا غیر خلیکو کہتے ہیں ہمیشہ تبدیل ہوا کرتی ہیں۔ جو ملک جس قدر غائبی
 اور دور ملک میں اپنے نام بلند کرتا ہے۔ اوس قدر وہاں ہونے والی چیزوں کی

جلد دوم حسن نمبر ۱۲

تبدیلی بھی جلد جلد ہوتی ہے۔ اور جو پیسہ جس قدر کم پائدار ہوتی ہے۔
 اوس بقدر اوس میں تبدیلی بھی جلد ہوتی ہے۔ مثلاً مکان کی قطع کی نسبت
 لباس میں جلد فیشن بدلتا ہے۔ فرانس جو اپنی شائستگی میں اسے
 درجہ کا سمجھا جاتا ہے۔ اوس کی ایک نقل مشہور ہے۔ کہ ایک دوست نے
 اپنے دوست کو نقل میں ایک چوٹا بکس دبائے ریل پر سے لپکا کر
 جانے دیکھ کر پوچھا کہ کیوں یکبس لیکر دوڑتے ہو؟ اوس نے کہا
 کہ اس میں پیسہ بی بی کی نو خرید ٹوپی ہے اور جلد جانے کا پیسہ
 ہے کہ مکان چھوٹے نمک کہیں فیشن تبدیل نہ ہو جائے۔ شاید اس نقل
 میں مبالغہ ہو اور شاعرانہ اور ظریفانہ بندہ سنجی سے کام لیا گیا ہو
 مگر اس سے اوس ملک کا خیال جو وہاں کی حالت کا عکس ہے ظاہر ہوتا
 ہے۔ مکانوں کی قطع۔ درختوں کے سایے اور چوٹے چوٹے جھونپڑوں
 سے بڑھ کر عمدہ عالیشان ہفت منزہ کو ٹھون تک پہنچ گئے۔ پچھلی
 حالت اب تک یہاں جو جنگلون میں پائی جاتی ہے۔ اور آخری حالت ہند
 میں جھونپڑ یا یورپ میں پیرس کی عمدہ عمدہ عمارات اور وہلی میں
 لال قلعہ اور اوس کے دربار خاص اور اکملستان میں ویسٹ منسٹر
 اور کرسٹل پلے کے دیکھنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہندوستان میں بھی
 پچھلی حالت بہت نظر آتی ہے۔ چنانچہ تھوڑی سی تبدیلی تو غلاب شعلہ
 کے فیض آباد کے سنگمرے اور لکھنؤ کے قیصر پند اور دلکشا

جلد دوم حسن نسبہ

دستِ بخش سے خوب تیز کی جاسکتی ہے۔ کہ ایک کے نقشہ کو دوسرے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ جنوبی ہند میں کوئی اور نگ آباد جاکر نوکٹہ مبارک کی عمارت دیکھے جو حضرت آصف جاہ کے یا نواب نظام علیا بہادر کے عہد میں ایسے مکانات بنے اور اب حضرت بند گانشا متعالہ مظلہ العالی حضور شاہ دکن کے چومنے مسرت محل وغیرہ عمارات واقع حیدر آباد کو دیکھے تو بڑا فرق معلوم ہوگا۔ گو مالیت کے لحاظ سے دونوں عمارتیں بیش قیمت ہیں۔ سواریوں کی حالت جبکہ گھوڑے اور گدے جنگل سے پکڑ کر استعمال میں لائے گئے تھے ریلوے ٹرین تک پہنچی ریلوے ٹرین کا فیشن خیال کیجئے کہ بیل کی گاڑیوں سے لیا گیا ہر کھانے کا طریقہ جنگل میں رہ کر پتوں کی پتلون سے سنہری روپیلے الکڑا پیلا اور چینی کے برتنوں تک پہنچ گیا ہے۔ جو قوم اس زمانہ میں سب قوموں سے علم و دولت میں زیادہ ہے وہی اعلیٰ درجہ کی ترقی کی چیلنڈن کا استعمال کرتی ہے۔ زمین کی چرکی سے میز تک کھانا رکھنے کے واسطے متعل ہوتی۔ ہند و عموماً ابھی چرکے میں کھاتے ہیں۔ گو مجھ کو معلوم ہے کہ ۹ برس اوپر جب ہزارہائیں مہاراجہ و دیانگرم کے بیٹے کی رات چپو رگم تھی تو برائیوں نے مہاراجہ کی عمدہ میزوں پر کھانا کھایا تھا اگرچہ برتنوں کی جگہ وہی پتوں کی پتل اور ڈونے تھے جو اس زمانہ کو یاد دلاتے تھے جب کہ پرن

جلد دوم حسن نسبہ

بنائے کا علم انسان کو نہ آتا تھا۔ ہندوستان کے مسلمان عموماً رستا
خواب نہ کھانا پختہ ہیں۔ عرب اور ترک اور مصر میں جہاں بہ نسب بہت
کچھ ترقی ہوئی ہے وہاں ہر ڈبڑہ فٹ اونچی مہنہ پر جس کو خوان کہتے ہیں کھانا
رکھ کر زمین پر گر دیتے ہیں۔ عموماً یورپ میں نے مع خاص خاص
ترکی لوگوں کے ایسی ترقی کی ہے جو اس زمانہ میں سب سے بڑھ کر
ہے۔ ان کے بہان عموماً میز پر کھانا کھایا جاتا ہے۔ پینشن زمین کی
چوکی سے تبدیل ہو کر بیان تک آگیا کہ انگلیوں سے کھانا کھانے
اور ہاتھ اور دانت سے پکڑ کر ٹکڑا گوشت کا نوچنے کی جگہ چمچے۔
کانٹے۔ چھریاں۔ ایجاد کی گئیں۔ مگر ایک طریقہ چینیوں میں ہے
کہ وہ بکسے چمچے کے سیلیوں سے چاول کھانے میں اور اپنے ہاتھ
صاف رکھنے کے واسطے انگلیاں نہیں بھرتے۔ ہند کے مسلمان بھی
کھیر اور دودھ چاول کھانے میں چمچے کا استعمال کرتے ہیں۔ مگر بجز
چند لوگوں کے اور وہ عموماً چمچے۔ کانٹے۔ چھری پر ابھی اعتراف
ہے۔ مگر حیدر آباد کے امیر اس اصلاح میں ہندوستان کے تمام حصوں
سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ گھر کی آرائشی چیزوں میں ہزاروں چیزیں
ایسی ہیں جو برابر تبدیل ہوتے ہوتے اب ہمارے ملک کی کم
جسٹین باقی رہ گئی ہیں اور اگر اسی ملک کی زمین تو قطع دوسرے
ملک کی ہے۔ پھر بھی کی جگہ کر سبیاں عموماً استعمال میں آنے لگی ہیں

چراغ جس سے گھبریں اُجالا تو ہوتا تھا مگر مکان سببا ہو جانا تھا۔
تبدیلی ہونے ہوتے ہینکس کروسان ایل لمپ تک پہنچ گیا ہوا ہوا
سے پچانے کے واسطے کاغذ یا کپڑے کی جڈھنکھا پروف نمونی بچی
ٹھہری جالیہ لڑایا دھونی ہو۔ یہ تو ہم لوگوں کا حال ہو۔ مگر جس قوم
نے اور زیادہ ترقی کی وہاں گیاس اور اب اس سے بڑا بڑا بجلی کی
روشنی چاری ہوئی ہو۔ کپڑا رکھنے کے واسطے گھری۔ چھری
پھر صندوق۔ پھر جامدانی جو اس زمانہ کے پورٹ بٹ کے موافق
ہوتی تھی ایجاد ہوئی۔ اور آخر عمدہ الماریاں دروازہ بنالی گئیں
جس میں خاص خاص قسم کے کپڑوں کے رہنے کے طریقے ایجاد ہوئے
اور اب جو لوگ شاید کہلاتے ہیں ان میں اُسی کا استعمال ہوتا ہے
گھری سے الماری تک جس قدر تبدیلیاں ہوئی ہیں قابل غور ہیں
لبا بہن کی وضع تو اس قدر تبدیلی ہوئی ہے کہ کچھ حد ہی نہیں۔ پڑکر
ہمیشہ پہننے رہتے ہیں اور جو کچھ ہو جانے کی وجہ سے اس میں
موقع تبدیلی کا زیادہ ملا۔ یہ امر ذرا زیادہ غور کے لائق بھی ہے۔ گویا
کہ تمام چیزوں میں ملک اور آتش ملی آپ دھوا کے لحاظ سے ایجاد کی
جاتی ہے جو کہ کپڑوں سے انسان کا جسم لپ و ہوا کی طاقتوں فصل کی
گرہی سردی سے محفوظ رکھا جائے۔ نہایت عرصے سے ایجاد کیا جاتا ہے۔
اور اب ہر ملک کی تائیر کے لحاظ سے بنایا جاتا ہے۔ کلہ کی سے سر

جلد دوم حسن نمبر ۲۱

میں ایسی سموری ٹوپی کی حاجت ہر جیسپر بڑے بڑے بال ہوں لیکن مغربی
 و شمالی یا بنگالی یا حبشہ کے اضلاع میں اُس کی حاجت نہیں ہے۔
 امیر شیر علی خان کو اُسچی الہی سموری ٹوپی۔ اور واجد علی شاہ کے دربار
 کی جہولے وار ٹوپی جو کرسی سے بنائی جاتی تھی جس کو بہت لوگوں
 نے دیکھا ہے اس کا ثبوت ہے۔ کابل میں اس کی اشد ضرورت ہے کہ سر
 گرم رہے اور برف کی آفتوں سے محفوظ رہے۔ یہاں اس کی حاجت ہے کہ
 دماغ ہمیشہ تازہ اور ٹھنڈی ہو اپا کر دل کو شگفتہ رکھے۔ یہی ایک چیز ہے
 جو ملک کے لحاظ سے برتی جاتی ہے۔ مگر قطع جو تبدیل ہوتی رہتی ہے اُس
 میں اس کے خیال کی کچھ حاجت نہیں ہوتی۔ ہم اگر سموری چو گوشہ
 لپٹی پہنیں تب بھی ہمیں گرمیوں میں مفید نہ ہوگی اور اگر کابل والے
 کرسی کی اونچی اونچی پہنیں تو انہیں بھی کوام نہ دے گی۔ لیکن ہلکی ٹوپی
 ہم کس طرح کی بنائیں عیاں ہے یا راہ ہوگی۔ پہلے ہی سے دیکھنا
 کہ سموری اور بندے ہی کی ٹوپی چلیے گی کہ کسی قطع اور وضع کی ہو۔
 رہی قطع اور کی تبدیلی ہمیشہ سے ہوتی اور چیزوں کے ہوتے رہے ہیں
 ہو گئے ہیں اس وقت شاہ عباس نے دی گریٹ صفوی کے دربار سے ایران
 کی تصویر لے کر لایا تھا ہوں کہ وہاں کہا کہ یہاں کا عوام سولہویں صدی
 عیسوی میں کیسا قطع اور باندھے ہوئے تھا کہ کے بادشاہ صفوی نے ایران
 کا لباس اُن میں سے لے کر یہاں لایا وہاں کا عوام کہہ سکتا ہے

جلد دوم حسن منب ۱۲

فرق معلوم ہوتا ہے۔ اگر پہلے کے سر پر عمامہ تھا تو دوسرے کے سر پر ڈھلی
 ہے جو ٹپک کھلاتی ہے۔ اس سو ڈیڑھ سو برس کے اندر جو تبدیلیاں آئیں
 یا حیدر آباد میں ہوئی ہیں میں انکو بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ نواب ابو
 المنصور سعادت خان بانی حکومت آودھ سے لیکر واجد علی شاہ تک میں
 کچھ نہ کچھ اختلاف ہوتے ہوتے اتنا بڑا فرق ہو گیا کہ اول کا لباس چا
 اور مندیل ہے۔ اور آخرا کچھ کلیاں لکھا اور گول ٹوپی۔ یا حیدر آباد
 شاہی خاندان کو دیکھئے کہ حضرت آصف جاہ اول کے وقت کا جامہ اور کپڑا
 ٹرکی کوٹا کس قدر ایک دوسرے کے مخالف ہے۔ یہ صورت زمانہ کے
 انقلاب کے ساتھ وضع کا انقلاب بھی بناتی ہے۔ اس زمانہ کو چھوڑ کر جب
 لوگ جھنڈے پٹن۔ درختوں کی چالون۔ اور جانوروں کی کھالوں سے
 جسم چھپانے تھے۔ ہندوؤں کی شائستگی کا زمانہ قابل دید ہے۔ مشہور ہے کہ
 راجہ بکراجیت جو حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کئی صدی میں تھے۔ صرف دھونی
 اور ایک کرتا پہننے تھے جس کے سامنے بند لگے ہوتے تھے۔ وہ کرتا کر
 کچھ نیچا ہوتا تھا۔ اب دیکھئے کہ مسلمانوں کے میل جمل سے ان کے لباس
 میں کچھ پردہ کی سمت کے مسلمانوں کے لباس سے کوئی امتیاز باقی نہیں
 رہا۔ اس پر بھی اعتراض ہوتا تھا کہ یہ لوگ ترک ہو گئے۔ مگر اب تو اس
 کی تبدیلی کو لوگ غلطی سے اپنی پڑائی وضع کی تبدیلی جھائل کرتے ہیں۔
 اب میں مسلمانوں کے لباس کا حال بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں

جلد دوم حسن منسلک

کیا تیدیلی ہوئی ہو؟ چادر اور کفنی کا جو آپ بھی اکثر ہندو یا مسلمان
 فقیروں کے استعمال میں ہر کچھ نہ کہ نہ کرفنگا کہ وہ کیونکر جاری کی گئے۔
 کیونکہ اس بیان میں بہت سے پرانے مردے اوکھاڑنے پڑیں گے۔
 مگر میں صرف ضروری باتوں کا اظہار چاہتا ہوں۔ چادر اور کفنی کی اصلاح
 کے بعد کرتے کا فیشن جاری ہوا۔ کرتا اور تہ بند یا دھوتی تھی جسکی جگہ
 پانجامہ ہوا۔ پانجامہ کا رواج ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم
 کے وقت تک اچھی طرح نہ ہوا تھا۔ اور یہ لباس (پانجامہ) عجمیوں سے لیا
 گیا تھا۔ اس وقت جو مسلمانوں میں لباس کا جز نہ سمجھا جاتا تھا۔
 مگر حضرت ﷺ نے اسکو بھی مجز و لباس فرمایا۔ اور جو تہ پہن کر نماز بھی جائز
 کر دی۔ ہندوستان یا کہین کے مسلمان جو اکثر فریش پز یا تھی مار کر
 بیٹھتے ہیں کچھ تو فریش کے لحاظ اور کچھ ہندوؤں کی رسم کی پابندی سے
 جو تہ تارڈالتے ہیں۔ مگر ہندو اور مسلمانوں کی رسم کے بڑے واقف کا
 سر جان لارنس سابق گورنر جنرل ہند نے بذریعہ ایک ذریعہ فیشن کے
 ۱۶۷۷ء عیسوی میں جو تہ پہنے رہنے کی اجازت سٹیشن اور ٹومی فیشن
 طلبوں میں دیدی۔ جو لوگ گورنمنٹ جھوس یا گورنری (جبلہ میں شریک
 ہوئے اور انھوں نے جو تہ نہیں اٹھارا۔ خواہنگر انگریزی جتے کی قید ہیں
 ہو۔ اور اسکا نام دقت سے بھی غالی نہیں۔ مسلمانوں میں تو بالکل
 جو تہ اٹھارنا تعلیم میں داخل نہیں رہا۔ حضور حالی یرنہ آف و طرہ

سلطان ترکی اور خدیو مصر سے ملے تو گو حضور عالی شان ہزارہ ویس نے
تعطیلاً ٹوپی اُتاری تھی۔ مگر سلطان اور خدیو جو تا اور ٹوپی دونوں پہن
رہے۔ حضور شانہ زادہ ویس کی ملاقات میں ہندوستانی رئیسوں نے
بھی جنکی یہ وضع متاثر پاگئے تھی جو تا یا ٹوپی کچھ نہ اُتارا۔ محمد علی شاہ
جب برلن کے صلیحانہ پر دستخط کرنے گئے تو انھیں بڑی وقت کا سامنا
تھا کہ سب کی تعظیم بلکہ خوش آمدگوئی سے منظور تھی۔ لیکن انھوں نے
جو تا یا ٹوپی نہیں اُتاری۔ چنانچہ گریفک اور اسٹریٹ لڈن نیوٹ کے
ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ مسلمانوں میں انہیں
سے کسی چیز کا اُتارنا داخل تعظیم نہیں ہے۔ حیدرآباد میں تو اب اسکا
ذکر بھی نہیں ہوتا کہ جو تا کہیں اُتاری بھی جاتا ہے۔ ورنہ ویرسے ہرسل
ہینس ڈیوک آف کناٹ ہزارسل ہینس پرنس وکٹر ان سب کے دربار
ان سب کے ڈنر پر بہت سے مسلمانوں کو شرکت کا موقع ملا۔ جہاں پر
مسلمان سے اپنے پگڑی اور جوئے کے شریک ہوئے تھے باوجود
وہ لوگ ٹوپی اُتاریتے تھے لیکن شمالی ہندوستان میں بجز خاص
خاص مقامات کے مسلمان جو تا یا ٹوپی اس وجہ سے اُتاریتے ہیں کہ
کہیں ملاقات کا کہہ جوئے کے مقدس کا اجلاس گاہ نہ بن جائے۔
یہ بات تو جو تا پہننے کے متعلق تھی مگر یہ کہ جوئے کی کیا کیا قطع تبدیل
ہوئی قابل ملاحظہ ہے۔ عرب میں پہلے اس کی وضع بعینہ ایسی

تھی جیسی دیہات میں بعض عورتیں پہنستی ہیں اور جب کو سکھ تری چل پان پڑھ
 کہتے ہیں۔ جس میں اوپر صرف تسمہ اور نیچے تلا ہوتا تھا۔ دہلی کی جامع
 مسجد میں جہاں اکثر لوگوں کے خیال کے بموجب مغلیہ پادشاہوں کے
 وقت سے بعض عرب کے تبرکات احتیاط کے ساتھ رکھے ہیں اسپر کا
 ایک جوتا بھی رکھا ہے جسکی زیارت کی جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ وہ پیغمبر
 خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا جوتا ہے۔ ہندوستان میں گھیتلا
 سلیم شاہی آپا شاہی جوتا۔ کفش۔ زیر پائی۔ گول پنجے کا جوتا راج
 تھا۔ اور اب اس کے بعد انگریزی بوٹ کا۔ راج ہو گیا جسکا دارا
 گھیتلا جوتا جامہ اور پگڑی کے ساتھ پھٹتا تھا اور اسکا باپ گول پنجے
 کا جوتا انگرکھے یا چپکن اور عمامہ کے ساتھ پھٹنے لگا۔ اور اب پوتا
 آچکن شیردانی اور انگریزی بوٹ گول ٹوپی کے ساتھ زیچم
 کرتا ہے۔ عرب کے مسلمان جب عجمیوں اور کیا نیوں سے ملے تب ان کے
 لباس میں تبدیلی شروع ہوئی۔ عمامہ کی جگہ سٹہ ہجری میں جو عجمی
 صدی عیسوی کے مطابق ہوتا ہے خلیفہ منصور نے ایک لمبی گول ٹوپی
 ایجاد کی جو بانس کی تیلیوں سے بنائی جاتی تھی اور اوپر سیاہ رنگ
 یا سیاہ کپڑا ہوتا تھا۔ اُسی قسم کی ٹوپی اب انگلستان میں تھوڑے
 فرق کے ساتھ جاری ہے جو میورکھیٹ کہلاتی ہے اور بڑے بڑے
 مغرز جلون میں پہنی جاتی ہے۔ اس کے بعد ناماری مسلمانوں نے ایک

سرخ ٹوپی ایسا دکی اور شہاء اسماعیل خضریٰ نے اوس کی قطع گوشت پھیل کر کے عجب رواج دیا جس سے وہ لال سرد لے یعنی قمر لباش مشہور ہوئے ایک سرخ ٹوپی اب ترکہ میں بہت رائج ہے اور ہندوستان کے مسلمان بھی اکثر اوسکا استعمال کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی متعدد قطع کی ٹوپیوں نے رواج پایا۔ مثلاً دو پٹری۔ چو گوشہ۔ پچ گوشہ۔ مندی۔ تاج۔ اور گول ٹوپی جاری ہوئی۔ نیش پوری خاندان لکھنؤ میں جن لوگوں نے میرزا عالیہ اور میرزا والا جاہ سے مغز و مقدس اور با علم لوگوں کو دیکھا ہوگا وہ جانتے ہیں کہ اُن میں ایک ٹوپی جو اسکاچ کپ کے مشابہ ہے رائج تھی اور اب تو بہت لوگ اُسکا استعمال کرنے لگے ہیں۔ کُرتے سے چکن جاری ہونے کا سبب صرف یہ تھا کہ جب عرب کے لوگ عجمیوں سے ملے اور اُن کے چٹ لباں کا رآمد دیکھے تو اوسکو احتیار کیا۔ ہاں ایک لباس اور بھی جاری ہوتا جسکو جامہ کہتے ہیں۔ اور جو ہندوستان میں قریب قریب بالکل متروک ہو جانے کے باوصف ہمارے محبوب البلا دھیکا آباد میں اب بھی بعض قدیم شہنشاہ کا گویا اصلی لباس ہے اور اکثر شادی بیاہ کے موقع پر وہی دولہا کا تکلف لباس ہوتا ہے۔ یہ لباس مصر میں بھی تھا۔ ملک مصر کے قدیم قبرستان میں پادشاہوں کی تصویروں دیکھی گئیں تو بعضوں کی اسی لباس میں پائی گئیں۔ اس کے بعد چکن کا رواج ہوا۔ چکن بھی آج موقوف ہو گیا اور اچکن اور چپٹ۔ اچکن کی جگہ حوٹا ہم کو کون میں مروج

ہر۔ مگر سید راہب دین کچھ اور زیادہ ترقی ہوئی ہر اور شیروانی عام طور سے استعمال کی جاتی ہر۔ جو اچکن اور کوٹ کے بیچ میں ہر۔ لیکن افسوس ہر کہ اور حصہ ہندوستان میں اب لوگوں کے دل اس قدر ٹھنڈے ہو گئے ہیں کہ اون میں اسس ترقی اور تبدیلی کا مادہ بھی کم ہو گیا ہر۔ اب وہ مضبوطی سے اس نراش خواش پر جسے ہر کہ کوٹ کی جگہ شہر دانی پر پوسٹن البتہ جارہیں استعمال کرتے ہیں مگر پوری چانٹ کاٹ کا خیال نہیں کرنے ہیں۔ شہر دانی یا پوسٹن اور اچکن میں صرف یہ فرق ہر کہ گویا اچکن کے واسطے گات دیتے ہیں۔ پوسٹن وہی سپید ہی خول بنائی جاتی ہر اور اوس کی پوری تبدیلی میں وہ سخت اعتراض کرتے ہیں۔ جو اس کے خلاف کرتا ہر اور اسکو قدیم رسم کا توڑنے والا کہتے ہیں۔ حالانکہ رسم ہمیشہ ہر وقت اور ہر زمانہ کے اقتضائے سے یوں ہی توڑتی چلی آئی ہر۔ ہر پشت میں پہلی پشت کی رسم توڑی گئی۔ رسم کے توڑنے کا باب یا تو یہ ہوتا ہر کہ قوم میں خود علم و ہنر کی ترقی ہو جائے یا وہ کسی ایسی قوم سے ملے جو علم و دولت و ہنر میں اس سے زیادہ ہو اور اوس کی چیزوں کی یہ قوم نقل آتا رہے۔ بالفضل ہمارا ساتھ ایک ایسی قوم سے ہوا ہر جو علم میں۔ ہنر میں۔ دولت میں۔ تجربہ میں۔ ہم سے زیادہ ہر۔ اور اسکی ہم نقل کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں۔ اوس کی نکالی ہوئی اور سبکی چیزیں جیسے ہر ہمارے کام میں آتی ہیں۔ لیاں ہر کا بیان نہ کی ہو بلکہ

کپڑا جو مقدم چسپ نہ ہو اسی سے لیتے ہیں۔ لیکن بیان یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ بات بغیر اعتراض کے رائج ہو گئی تھی۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ ایسے کپڑے کی نسبت بھی اعتراض ہوتا تھا فتوے دئے جاتے تھے کہ جب سرمے کو انگریز کپڑے کا گفن دیا جائیگا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ خیال جو بجائے خود ایک غلط اعتقاد نہایت گہرا ہو گیا۔ اب یورپ کے جولاہے بھی مثل مسلمان جولاہوں کے پاک خیال کر لئے گئے۔ اب صرف دوسرا جھڑبلا کا باقی رہا۔ یعنی اوس کی قطع۔ اس پر ہماری قوم بہت مضبوطی کے ساتھ رکی ہوئی ہے۔ اسوقت اگر جولاہوں کی نلی نار جہنم کی کنجی سمجھی جاتی تھی تو اب یورپ کی قطع پر کاٹنے والی قینچی دوزخ کی بٹری خیال کی جاتی ہے۔ جولاہا لاپرواہی ہو شکاری سے میدان جیت گئے۔ اب درزی میدان میں آئے ہیں دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ ہین فودہ بھی حق پر۔ یقیناً ہر کہ جتین گئے کیونکہ جانا کچھ بھی غور کرنے کا مادہ لوگوں میں باقی تھا۔ اور نغصب کو مٹا چکے تھے وہاں وہ فتحیاب ہو گئے۔ ترکی میں۔ مصر میں لوگ ان کی تقلید کرنے لگے۔ چنانچہ سلطان اور خدیو کی تصویروں سے ظاہر ہوتا ہے اور ہندوستان میں بھی کچھ لوگ ایسے نظر آنے لگے ہیں۔ خاص کر حیدر آباد میں تو بہت زیادہ ان کی کامیابی کے وجہ منان ہیں کہ وہ کپڑے کی قطع جسم کی مناسبت سے کرتے ہیں۔ آستین ہاتھ کی قطع کے موافق ہوتی ہے۔ پیٹھ کے جولاہے میں اس طرح کے ہوتے ہیں جو انسان کی پیٹھ میں ہوتے ہیں۔ اب صرف دولت

نصیب یا صد کی جو اکثر ان فون میں ہوتی ہر اوس کو روکتی ہر جس دن وہ رفع ہوئی اور غور ہوا اوس روز قطع بھی بد بجا ہوگی۔ شاید اس رائے کے مخالف کہیں گے کہ وہ ضد یا نقانیت سے نہیں کہتے بلکہ سچائی سے اس معترض میں۔ مگر تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکرچینہ پر اعتراض کرنے والے جو قدیم رسم کے پابند ہیں اپنی غلطی کو اپنی سچائی سمجھتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی ہرٹیلی عادت ان کو دوسری راہ پر چلنے کی مزاحم ہوتی ہے۔ مگر جب عام طور سے دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی حرج نکر ایجا دین نہیں ہر تو وہ خیال بد بجاتے ہیں اور یہ کچھ لباس ہی پر منحصر نہیں ہر اور عمدہ باتوں میں بھی ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ دوسرے لوگ تو موجد کے دشمن بھی ہو جاتے ہیں۔ اُسکو بوقوف خیال کرتے ہیں۔ ہمارے ڈیو کسن اس وجہ سے پاگل پٹھرائے گئے تھے کہ وہ دعوتین کے زور سے گاڑی کا چلانا چاہتے تھے جبکہ لوگ سچ نہ جانتے تھے۔ مگر آخر کو وہی رائے عزت سے قبول کی گئی جب پتھر کے چہا پہ کی جگہ سیسے کے حروف ایجا د ہوئے تو بڑے بڑے عقلمند معترض تھے کہ ژائی کے واسطے گویاں کہاں سے بنیں گی۔ مگر آئندہ کو وہ مان گئے کہ حروف بھی روز بروز زیادہ ڈھلتے جاتے ہیں۔ اور ژائیوں بھی خوب ہوتی رہتی ہیں۔ مگر سیسے کی کمی نہیں ہوتی۔ پھر ایسی نکر ایجا دین لوگ مخالف کیوں نہ بنیں ورنہ جو فائدہ اور عمدگی جو ژیدار پانچا مد میں دھوٹی یا کھلی دار پانچا مد کے مقابلہ میں تھی وہی اب پٹکون میں بمقابلہ اس

پاؤ بجامہ کے پائی جاتی ہر شے طیکہ پالٹھی مار کر پیٹھنے کی ضرورت کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔ حالانکہ یہ پالٹھی مار کر پیٹھنے کی تحقیق بھی صرف نہایت تنگ پتلون میں ہوتی ہر نہیں تو لوگ پیٹھتے بھی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لباس کے واسطے جس ملک کی تقلید کی جائے وہاں کی زبان بھی جاننا چاہیے۔ اس سے اگر انگریزی زبان دانی مراد ہو تو میں کہتا ہوں کہ ہندوستان میں اب انگریزی زبان دانی نہ صرف لباس کی غرض سے بلکہ عمدہ طرح زندگی بسر کرنے کے واسطے بھی ضرور ہو۔ مگر لباس کو زبان دانی سے کچھ تعلق نہیں ہو۔ ہم دور کیوں جائیں اپنے ہی ملک میں نہ دیکھ لیں بہت سے ہندو جو عرب کا چٹھہ اور عمامہ استعمال کرتے ہیں وہ عربی نہیں جانتے بلکہ بہت سے مسلمان بھی عربی زبان نہیں جانتے مگر عمامہ اور چٹھہ اور حندری کا استعمال کرتے ہیں۔ انگلستان کی لیڈیان جو فرانسیسی پسند کرتی ہیں۔ سب فرانسیسی زبان نہیں جانتیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یورپین حکام اس لباس میں ہم کو پسند نہیں کرتے۔ مگر میں اس کے خلاف ہوں۔ گو ممکن ہو کہ بعض یورپین اس کو ناپسند کریں جیسے کہ بعض انگریزی زبان کے اعلیٰ تعلیم کے خلاف ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ توئی کے خلاف ہیں۔ مگر عموماً یہ بات نہیں ہو جن لوگوں نے گورنری اور باورسین ہندوستان میں اس لباس میں دیکھا ہو گا وہ خیال کرے گا کہ یہ لباس وہاں کی حاضری کو روک نہیں سکتا۔ اس سے بڑھ کر ایک

اس سے ورستہ ہند اور ہذا کھینٹے صاحب کمانڈر انچیف بہانہ
اور تمام لوگوں کو ٹینٹوں کی رائے ظاہر ہوتی ہے کہ جب کوئی گوردی گورنمنٹ
تجزیہ کرتی ہے اس میں کہیں ہمارے بیان کا چھ کلیہ چکن یا غراریدہ
پانچا بندہ داخل نہیں کرتی۔ تمام ہندوستانی فوج کی وردی اس کا ثبوت
ہے کہ ہمارا مروجہ لباس کام کا نہیں سمجھا گیا۔ اور کل وردی کا قطعہ بیٹے
ہوئی پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ نئے زمانہ کی تقریر کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ نیشن
کی محبت یا پٹر یا ٹک ہونے کے واسطے ہم کو ایک ڈریس بھی ہونا چاہیے۔
ہاں سچ ہے لیکن ہمارا کون ڈریس ہے ہمارے نیشن کا ایک ڈریس نہیں ہے۔
بیان تو اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہے۔ جو لوگ کچھ بھی شایستہ ہوئے جاتے
ہیں اور اپنا ڈریس تبدیل کرتے جاتے ہیں ایسی حالت میں اور بھی حاجت
ہے کہ اس طرف توجہ کی جائے۔ ہمارے بنگالی بھائی ہم سے زیادہ ترقی
کر گئے ہیں۔ آج ایک نو تعلیم یافتہ بنگالی کو دیکھ کر ذرا اور پچاس برس
اس طرف کی تصویر سے لباس ملایا جائے تو خاطر خواہ منفرق محسوس ہوگا
شاید ہے کہ دس فیصد سی اجیو کیٹسڈ بنگالی ہم کو اس وقت نہ طعن گئے جو
بجائے دھوتی کے پتلون عام جلسوں میں نہ استعمال کرتے ہوں۔ پارلیمینٹ
نے بھی ہم سے زیادہ ترقی کی ہے۔ ان کا لباس بھی بدل گیا۔ پرانا لباس
بڑے بڑے مرقعوں میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ کس قدر فرقی اب کے ڈریس
اور اس وقت کے ملبوس سے ہے۔ کوئی پونی میٹی جاسے اور دو شپتین

کسی باری خاندان کی دیکھو تو فوراً تمیز کر سکے گا کہ تیس برس پہلے
لباس کی قطع کیا تھی اور اب کیا ہے دوسرے اور ان دونوں میں کس قدر تفریق
ہے۔ شاید کہا جائے گا کہ ہمارے قوم میں نفیسیم بھی ابھی اس قدر نہیں
ہوئی۔ یہ سچ ہے۔ لیکن بعد ازاں یہ لوگ بھی عموماً ابھی اس طرف مائل نہیں ہوتی
اسی کا تو قہج ہے۔ ہمارا موجودہ ڈریس جو ڈھیلہ ڈھالا ہے جس سے چلنے
بہرنے۔ سواری اور سٹند می میں جتنی ننہن ظاہر ہوتی بالکل قابل ترمیم
اور کم سے کم اس قدر ہونا چاہیے کہ تھوڑی سی ترمیم کے بعد انگریزی
قطع سے لیا جائے۔ بے شک ہر نئے چیز کے ابتداء کرنے میں کسی نہ کسی
حد تک تکلیف اور مضائقہ کو ضرور دخل ہوتا ہے۔ اور ایک جانب سے
ہنسی اور دوسری جانب سے شرم کا تقاضا بھی ناگزیر ہوتا ہے۔ لیکن آگے
چل کر وہی ہنسی والے اسکو آپ اختیار کرنے لگتے ہیں۔ انگریزی عملداری
کے آغاز میں جو لوگ تہا بنداری اور کو تو والی کے عہدے قبول کرنے سے
اپنے مذہب کی توہین اور اپنی کسر شان سمجھتے تھے۔ اب ان کے پوتے
کالتھیل کے عہدے کو اپنی عزت جانتے ہیں اور اسی کمائی سے اپنے
مذہبی نیک کام بھی انجام دیتے ہیں۔ پہلے خیال تھا کہ لندن جانے والا
ضرور کرسٹن ہو جاتا ہے۔ مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ شیعہ سنی دونوں
فرقہ کے مسلمان بلکہ ہندو قوم کے اشراف و اعیان بھی جنہیں مسلمانوں کی
نسبت بعض امور میں نہایت درجہ کا پرہیز اور اون کی عورتیں بھی

نہایت شوق سے گئیں۔ اور اطمینان سے رہ کر واپس آئیں۔ لیکن باوجود
اس کے مسلمان وہی مسلمان رہے اور ہندو وہی ہندو۔ جو لوگ بھاء
اور نرو میدان میں وہ بھاؤری سے میدان میں آسکتے ہیں اور بغیر
کی پہنسی کے خیال کے اپنے کانشنس کی پیروی میں سرگرم رہتے ہیں

اقبال علی

حکومت

بالخاصہ نبی آدم ایک دو سیر سے سے جدا رہنا یا اپنے ہی ذاتِ خاص کے لئے کسی ایسے کام کا پسند نہیں کرتے جس کا فائدہ اُسکے بھخسون کو نہ پہونچے یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسکو دنیا کے مسلسل تجربہ نے ثابت کر دیا۔

جب کبھی انسان کا کوئی گروہ کسی خاص مقام میں آباد ہوتا ہے تو فطرتی دستور کے موافق کچھ نہ کچھ قواعد مرتب کر ہی لیتا ہے جو باہمی فواید پر مبنی ہوتے ہیں اور انہیں کے موافق عمل درآمد ہوتا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا کسی خاص مقام میں ایک مجمع اس التزام سے قائم ہونا کوئی نکر یا اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ موروثی اور قدرتی ہے۔ لیکن چونکہ انسان اور اوس کی ذات۔ قوم۔ ملک و مذہب مختلف الاقسام کے ہوتے ہیں۔ اس لئے اہل

کی وجہ سے اوسکے انتظامات اور قوانین بھی مختلف ہوتے ہیں۔
مخجلہ ان اقسام کے اوس کی ہر قسم پر گفتگو کرنے کی تو چند ان ضرورت نہیں۔ مگر یہ جاننا ضرور ہے۔ کہ انسان کے۔ اخلاقی۔ دماغی۔ اور جسمانی حالتوں میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ اور اس قسم کے کل اختلافوں کی وجہ سے مختلف سوسائٹیاں ہوتی ہیں۔ مختلف قوانین ہوتے ہیں۔ جسکے ذریعہ سے حکومت کی جاتی ہے۔ اپنے اپنے حالتوں کے موافق انسان کے مختلف گروہوں نے علمی لیاقت۔ اور تاریخی شہرت و شہادت وغیرہ حاصل کئے ہیں۔ پس ہر گورنمنٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخجلہ اور علوم فنون

کے خود گورنمنٹ اکیڈمیاں علم ہی جسکے قواعد مقرر ہیں۔ اور وہ دو طرح سے ہیں ایک قابل تبدیل دوسرا ناقابل تبدیل۔

حکومت کے فرائض میں محکوم رعایا و ملک کے اخلاقی اور خارجی حالتوں کا دیکھنا اور اس کی درستگی پر پوری قوت سے مائل ہونا داخل ہے۔ اور کفایت شعاری (سیاست مدن) گورنمنٹ کا ضروری جز ہے جس کے بغیر انتظامات ملک یہ بیکار ہوتے ہیں۔

سوسائٹی کے طریقہ عمل کی نسبت کہ کس طرح کا ہو اور اس کے قواعد کیا ہوں کسی خارجی علم کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ملک کی حالت پر کل انحصار ہوتا ہے۔ مثلاً جو گورنمنٹ کا طرز حکومت انڈیا میں ہو گا وہی طریقہ کسی دور دراز کے دوسرے ملک میں مناسب نہیں ہو سکتا تاریخ سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ ایک قوم کے قانون جو ایک زمانہ میں مناسب حال ہوتے ہیں وہی قانون اس قوم کے لئے دوسرے زمانہ میں ٹھیک نہیں ہوتے۔

(۱) گورنمنٹ کو کہتے ہیں

جب یہ امر تسلیم کر لیا گیا کہ انسان مدنی الطبع ہے تو پھر یہ سوال ہی بچا ہو گا کہ انتظام و حکومت کے لئے کچھ قواعد ہونا چاہیئے یا نہیں۔ اور حکومت کے وجود یا عدم کا بھی مسئلہ ایسے موقع پر فضول ہے۔ مگر ہاں خاصہ گورنمنٹ اور اس کے اغراض و مقاصد پر بحث ہو سکتی ہے۔ گورنمنٹ کے جو

کو ماننا ہوتا ہے۔ مگر اس میں اس سوال کی گنجائش نہیں ہوتی کہ اسکو قائم رہے یا نہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کس طرح وہ گورنمنٹ جو جس فائدہ کے ساتھ کار بر آری کی جلتے۔ اس لئے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کسکو کہتے ہیں۔

کسی سوسائٹی کے باضابطہ چلانے کے لئے جو قواعد و مقتدر کئے جاتے ہیں اور تین کو قانون کہتے ہیں۔ اور جس شکل یا واقعات سے ان قوانین کا استعمال ہوتا ہے اسکو گورنمنٹ کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دو ملکوں کا ایک ہی ضابطہ قانون ہو۔ اور پھر بھی دونوں کی گورنمنٹیں بالکل جدا ہوں۔ یا برخلاف اس کے کہ دو ملکوں کی گورنمنٹیں ایک ہوں مگر قوانین یا اختلاف ہو۔ چنانچہ اس زمانہ کی جدید ریاستوں میں اختلافات کے ساتھ گورنمنٹیں موجود ہیں۔

- ۱۔ پس لفظ گورنمنٹ سے تین جگہ جگہ مفہوم ہوتے ہیں:-
- ۲۔ گورنمنٹ ضابطہ و قانون بناتی اور اسکا تحفظ کرتی ہے۔
- ۳۔ گورنمنٹ وہ شے ہے جس سے احکام قوانین کا نفاذ ہوتا ہے۔
- ۴۔ گورنمنٹ اس مجبوضہ انتظامی کا نام ہے جو حکومت کرتا ہے۔
- ۲۔ مقاصد گورنمنٹ

اگر مقصد گورنمنٹ تاریخ سے دریافت کرنا چاہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کے حقوق اور

مگر عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ گورنمنٹ کا مقصد حاکم کا فائدہ ہر ملک اس سے زیادہ وسیع اور عمدہ غرض ثابت ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کے معنی مجھے دراز سے عام بھلائی اور بہبودی کے لئے جلتے ہیں۔ بلکہ اگر سچ پوچھا جائے تو گورنمنٹ کے معنی سب سے بڑھ کر نیکی کے ہیں۔

اگر اس امر کی تحقیقات کی جائے کہ وہ کون کون بھلائی ہیں جو گورنمنٹ کے وجود سے ہوئیں یا ہونی ممکن ہے تو نمونہ اور وہ دو گروہ ایسی بھلائی ہیں جن کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اور وہ دونوں محض انسان کے وجود پر مبنی ہیں۔

۱۔ عامہ خلائق کے معاملات تمدنی وغیرہ کا سلجھنا۔

۲۔ عامہ خلائق کا تمدن ترقی کرنا۔

یہاں تک گورنمنٹ کے فوائد معلوم ہوئے یعنی معاملات کا انصاف اور ملک کی تمدنی ترقی۔

انصاف یعنی عدالت میں گورنمنٹ کا محدود فرض ہوتا ہے اور تمدنی ترقیات میں غیر محدود۔ عدالت کا اقتضاء ہے کہ وہ ایسے قواعد بنائے اور عام رعایا سے اس کو تسلیم کرائے کہ ایک دوسرے پر ناجائز طریقے سے کوئی اثر نہ چھو پائے اور تمدنی ترقیات کے لئے ضرور ہے کہ افراد قوم سے ان کاموں میں زور کے ساتھ مدد ملے جس سے بڑے بڑے فوائد مرتب ہوں۔ یعنی قواعد اس قسم کے بنائے جائیں کہ باہمی

اتفاق۔ محنت۔ تقسیم وقا تر متحدہ کوشش اور قومی کام کے بے
 انتہا فوائد حاصل ہوں۔ اس لحاظ سے گورنمنٹ دو صیغوں میں تقسیم
 ہو جاتی ہے۔ اول عادلانہ اس میں دیوانی اور فوجداری مقدمات
 کے متعلق بحث ہوتی ہے۔ دوم انتظامیہ جس کا تعلق کل مال۔ محصول
 چنگی۔ کرد گیری۔ وغیرہ یعنی سوسائٹی کے متعلق کل باتیں جن کا تعلق
 دیوانی اور فوجداری مقدمات سے نہیں ہے۔

مگر چونکہ یہ دونوں شاخیں قوانین کے ماتحت اور اوسیکی
 پابند ہوتی ہیں اس لئے وضع قانون دونوں پر بالاتر ہے۔

اگرچہ مذکورہ بالا بیان اغراض گورنمنٹ پورا کرنے کے
 لئے بہت ضروری ہیں مگر صرف اسقدر کافی نہیں ہیں۔

جہاں گورنمنٹ ہوگی وہاں اوس کی ابتدا و انتہا از روئے پیمائش اراضی
 خواہ شمار آبادی جس پر اوس کی حکومت ہے ضرور ہوگی اور اوسے حساب سے
 ہر ایک ملک خواہ گورنمنٹ کی ایک حد ہوگی خواہ وہ حد بندی اندر
 تقسیم نہ رہتی ہو خواہ ان قانون کی آبادی پر منحصر ہو۔

طرح جو سمند میں کام کرتے رہتے ہیں اگرچہ ان کے مقدمات
 گورنمنٹ، لیکن نہ وقت نہیں کٹتا اور نہ اوس کا اظہار کرتی ہو مگر
 کسی نہ کسی حد تک کے ماتحت رہتے ہیں۔ اور وہی گورنمنٹ
 کی اس حد تک کی جاتی ہے۔ اس حد تک کی حالت کام۔

خلافت - اور اس کے اقسام کے لحاظ سے - شہنشاہت - جمہوریت
پادشاہت وغیرہ کہتے ہیں - عند من نام کوئی رکھا جائے مضموم سب
کا ملک کی مجموعی حالت ہو -

ان مجموعی حالتوں کے اتحاد سے گورنمنٹ کا ایک اور مقصد پورا ہوتا ہے یعنی ایک ملک کی حفاظت بقاء کی دو سرے گورنمنٹ کے ہوتی ہے۔ اور یہی عند فرض ملک میں فوجی تعلیم وغیرہ کی ہوتی ہے۔ اس لئے گورنمنٹ کا تیسرا بہت بڑا مقصد اپنے ملک کی حفاظت بقاء دو سرے گورنمنٹ کے ثابت ہوتا ہے۔ جس سے اس ملک کے ہر فرد بشر کی حفاظت ہوتی ہے۔

بستر کی صافیت ہوئی ہے۔
 ہر شخص جو کسی سلطنت کا رعیت ہونا قبول کرتا ہے اوس کی خطا
 گورنمنٹ ملک کے ذمے ہو جاتی ہے۔ جہاں بادشاہت ہوتی ہے وہاں کی رعایا
 تمام شاہی فوج کی بدولت صافیت میں رہتی ہے اور جہاں بادشاہت نہیں
 ہوتی بلکہ جمہور ہی سلطنت ہوتی ہے تو ہر ایک اہل شہر جو رعایا کی حیثیت
 میں رہتا ہے اسے صافیت خود اذ جانے کی فوج سلطنت جمہور پر ہے
 مگر گورنمنٹ کے اس کام میں نہیں ہوتے۔ اس بات کے نتیجے
 گورنمنٹ کا ایک ضروری کام رعایا و ملازمین کو انفرادی طور پر تعلیم کرنا ہے۔ تعلیم
 کے ذریعہ ان کی طبیعت کو بہتر بنایا جائے گا اور ان کی طبیعت کو
 صاف بنایا جائے گا اور ان کی طبیعت کو صاف بنایا جائے گا۔

بعض آدمیوں کو روپیہ سے زیادہ اعزاز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ان کو کو کسی ایسی خدمت کے صلہ میں اعزاز ملا ہے جو انہوں نے حقیقت میں پوری کی ہے تو یہ انعام اور خطاب نہایت صحیح ہوگا جس سے صاحب انعام کو اپنے خدمت اور انعام کی قدر ہوگی جو اکثر مرتبہ بغیر کسی کافی استحقاق کے بھی ملتا ہے۔ بلکہ قومی خدمت گزاری اور قومی فکڑ کا حال معلوم ہوگا۔ اور اگر ایسا انجام حسب بیان سابقہ بلا استحقاق نہیں ہے تو عام طور سے اس کی شہرت بھی ہونی چاہیے۔ پس گورنمنٹ کے چار مقاصد معلوم ہو گئے۔ اول عدالت جس میں دیوانی اور فوجداری کے مقدمات فیصلہ ہوں۔ دوم تمدنی ترقیات اور بہبودی عام رعایا۔ سوم فوج سے محافظت ملک۔ چہارم تقسیم اعزاز۔

۱۔ انہیں چارہ دن سے گورنمنٹ کا کل کا اٹھتا ہے۔ مگر وضع قانون ان دنوں سے مستثنیٰ ہے۔ جو سب پر حاوی ہے۔ جس ذریعہ سے ملک میں انتظام ہوتا ہے وہ قانون ہے۔ اور یہ چارہ دن کا نفاذ قانون اور حاکم کر ہوتا ہے۔ اس لئے وضع قانون گورنمنٹ کے لئے سب سے بڑی بات ہے۔ مختصر الفاظ میں یہ کہہ جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ قوانین بنانا اور جاری کرنے کے قیل اور سے ہر پہلو کو دیکھ کر اپنا چاہیے اور بعد نفاذ کے اس کے تحفظ میں رہے اور چاہیے۔

پھر حسب اقتضا طبایع اہل ملک ترسیم و تخیل ہوتی رہے گی۔
مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ گورنمنٹ شروع سے اب تک غیر
مکمل طور سے کامیاب ہوئی ہے۔ کیونکہ انسان خود مکمل نہیں ہے اور اس کے
قوانین ہمیشہ محتاج تکمیل رہتے ہیں۔ اور ضروریات آئندہ کے لئے کوئی
قانون حاوی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس غیر مکمل حالت میں بھی راہ راست
کا سراغ ملا ہے۔ پس گورنمنٹ کو ہمیشہ غیر مکمل حالت ہی میں سمجھنا چاہیے
مگر اس کے ساتھ یہ بھی اطمینان ہے کہ مثل اور فنون کے ایام گذشتہ
کے ساتھ ساتھ اس میں ترقی اور تکمیل ہوتی رہے گی۔ جو گورنمنٹ
یا قانون کی سلسلہ و تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔

گورنمنٹ کی تاریخ مثل اور چیزوں کی تاریخ کے پڑھنے کی کیونکہ خوش
ہوتی ہے۔ صرف اس لئے کہ اس میں گورنمنٹ کا وجود اس کی
ترقی۔ اس کی تکمیل۔ انحطاط۔ پھر اس کا کسی دوسری شکل میں
متشکل ہونا۔ پھر عمدہ قواعد بنانا وغیرہ۔ ایسے دلچسپ حالات ہیں
کہ خواہ مخواہ گورنمنٹ کی تاریخ کی جانب لوگوں کا رجحان ہوتا ہے۔
اگر ہم ترقی کے خیال سے چشم پوشی کریں۔ یا بھول جائیں کہ
کیونکہ ترقی گورنمنٹ کے طرز میں ہوتی ہے تو یقیناً ہم گورنمنٹ کی تاریخ
اچھی طرح سمجھ نہ سکیں گے۔ یا ان کی تغیرات کو نظر انداز کریں جو وہ
زمانہ کے ساتھ انسان کے پولٹیکل معاملات پر سختی سے حملہ

ہوتا ہے۔ تب بھی اس فن کی تاریخ ہماری سمجھ میں نہ آئے گی۔ ہمیشہ کے تغیر و تبدل سے ایک بات مستقل طور سے قائم ہوتی ہے اور آخر کو اس میں استقلال بھی پایا جاتا ہے۔

۳ گورنمنٹ کی بنیاد

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اس کی خاصیت ہے کہ وہ اپنے ہمجنسوں سے ملکر رہے اور یہی خاص وجہ ہے کہ گورنمنٹ کے قیام کی نہایت سخت ضرورت ہوتی ہے۔ مگر بنیاد کے لحاظ سے دو مختلف حالتیں کامیاب کرنا غیر ضروری نہ ہوگا۔ ایک بنیاد تاریخی بلحاظ واقعات دوسری بنیاد منطقی بلحاظ علم سیاستی۔

تاریخ چنانچہ تک ممکنہ مدد دے سکتی ہے مگر معلوم ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ کا وجود ابتدا میں فوجی رہنمائی کی حیثیت میں تھا۔ یعنی جو شخص جنگ کے قابل ہوتا یا قوت و جنگ کی ذمہ داری کرنا وہی مجسم گورنمنٹ ہوتا۔

حکومت خاندانی وہ گورنمنٹ ہے جبکہ اسیان حکومت خاندان ایک پرنسے رکن کو خواہ وہ باپ ہو یا بھائی و یدعی جائے۔ بعض مرتبہ اس خاندانی حکومت کا ایسا اثر ہوا ہے کہ اسکو وسعت ہوتے ہوتے متبیلہ قبیلہ پر صادق آتا ہے۔ چنانچہ اس طریقہ پر اب تک بہت سی قومیں مثلاً عرب وغیرہ اسی قدیم رسم کے پابند ہیں۔ اور یہی طرح حکومت خاندانی

عمدہ گورنمنٹوں نے بھی جنگو شایستگی میں اس وقت بڑا رتبہ حاصل کر
 قائم رکھا ہے۔ مثلاً جس ملک میں کوئی بادشاہ حکومت کرتا ہے تو اوس کی
 جانشینی وہی شخص کرتا ہے جو خاندان میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ طرز
 حکومت خاندانی جو زمانہ قدیم سے جاری ہے۔ اب تک اوسکا کچھ بقیہ
 حصہ چلا جاتا ہے۔ اس کے قدیم اور ٹھیک ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ
 باپ ہی کے زیرِ نظر بچوں کی نگہداشت و پرورش ہوتی ہے جو خپل
 قاعدہ ہے لیکن اس طرز کا کوئی حاکم جو خاندانی حکومت کے طریقہ سے
 حکمرانی کرے اگر یہ سمجھے کہ کل رعایا اوس کی فرمانبردار اور اوس کے
 حکم پر چلنی والی ہے تو حقیقت میں اوس کی کوئی حکومت نہ ہوگی اور وہ
 اس زمانہ کے طرز حکومت کی راہ سے بالکل بیگانہ سمجھا جائیگا۔ کیونکہ
 حکومت اپنی مرضی کے موافق نہیں کرنی ہوتی بلکہ ملک کے قواعد اور
 رسم و رواج کے لحاظ سے فرمان روائی کرتا ہے اور اگر حاکم ان صفات
 کے ساتھ حکومتی خاندان کا افسر اعلیٰ ہے تو یہ ایک اتفاقیہ بات ہوگی
 ورنہ خاندانی حکومت اوس معنی میں اب منقود ہے۔

برخلاف اس کے فوجی سردار جواز دے تاریخ ابتدا میں
 حکومت کرنے والا اور اپنے مجبوعہ اور گردہ کو پورے طور سے ہدایت
 کرنے والا ثابت ہوتا ہے صحیح حاکم پوری قوت کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہے۔
 اور خاندانی حکومت کو اپنے واسطے اور فوجی قوت سے حکومت کرنے والے

میں یہ فرق رکھا گیا ہے کہ اول الذکر اندر سے رشتہ جو سند حکومت پہنچا جا رہا ہے اور موخر الذکر کے پاس حقیقی عہدہ رہتا ہے۔ فوجی افسر کے پہلے سند حکومت پر مسخران ہوتا ہے خواہ اس کو رشتہ خاندان سے رہا ہو یا نہیں۔ اور اس لئے حکومت کی ابتدا فوجی افسر سے ثابت ہوئی ہے۔ جس میں حکومت اور وقت کی تبدیلیوں کے ساتھ تبدیلی ہوتی رہی اور اسی رفتار کے ساتھ یقین ہے کہ فوج کا سپہ سالار شاہ زاد ر بادشاہ ملک ہو سکے گا۔

مگر منطقی بنیاد حکومت کے بارہ میں تاریخی بنیاد سے جُدی ثابت ہوتی ہے۔ اس کا تعلق ملکی اخلاق سے ہوتا ہے اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حاکم کی حکومت کے لئے کونسی ابتدا اور کونسی بنیاد ہے۔ اس موقع پر اختلاف آ رہا ہوتا ہے۔ ایک فریق جو شاہی حکومت کا قائل ہے وہ کہتا ہے کہ حکومت کے لئے ہمیشہ سے بادشاہ کا وجود لازمی ہے۔ دوسرا فریق جو جمہوریہ سلطنت کا طرفدار ہے اس کا بیان ہے کہ جو کام ایک بادشاہ کی حکومت سے نہیں ہوا وہ جمہوریہ حکومت میں ہو گیا۔ لیکن ایک اور تفسیر خیال ہے جو کہتا ہے کہ حکومت کا انحصار ملک کے حالات اور آدمیوں کے خیالات پر ہے اور اس کے لئے کوئی کلیہ ایسا نہیں ہے جو تمام ملکوں اور وقتوں میں یکساں تسلیم کیا جاسے۔ گورنمنٹ کوئی خارجی جسم نہ نہیں ہے بلکہ وہ کا تعلق اس ملک کے ہر حالتوں سے بالکل

لگا ہوا ہے اور وہ کسی طرح سے اپنے ماتحت ملک کے رسم و رواج و عادات
 باشندگان اور دوسرے قدرتی حالات اور موافقات سے جدا نہیں ہو
 اور طرز گورنمنٹ میں ان اُمور کا لحاظ امر ضروری ہے۔ یہ اصول گورنمنٹ
 عقل اور تاریخ سے مضبوط اور ثابت ہوتے ہیں۔ اصول کی رو سے
 سلطنت جمہوری نہایت عمدہ ہے۔ مگر جہاں نصف وحشی آبادی ہو وہاں
 خود مختاری نہایت کامیابی سے چلے گی۔ گورنمنٹ محکوم کی حالتوں
 کے موافق ہوتی ہے۔ اگر وہ صحیح المزاج لائق اور تعلیم یافتہ ہیں تو
 ان کو روز افزون ترقی کے ساتھ ہر سال گورنمنٹ میں انتخاب کی
 ضرورت ہوگی ورنہ تلواراؤن کی راہ راست کے لئے ضروری ہے
 ہے۔ پس حکومت کے دو طریقے ہیں۔ ایک جمہوری۔ اور دوسرے
 خود اختیاری۔ جمہوری سلطنت کا ادعا ہے کہ وہ لوگوں کی مرضی کے
 موافق ہوتی ہے۔ خود اختیاری گورنمنٹ کا بیان ہے کہ وہ حکومتی ضرورتوں
 سے ہوتی ہے۔ جس میں ایک شخص کی رائے کی کمالیت بھی تسلیم کر لی
 گئی ہے۔ مگر ایک طریقہ ان دونوں کی بیچ میں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب تک
 جمہوریہ اور خود اختیاری حکومتوں کے عنصر ملے ہیں۔ اور جبکا دارو
 ملانے کا مقام حکومت کے حالات اور باشندگان کے طبائع پر ہے۔
 پس جو ملک اور قوم کے مناظر جمہوری انکوں کے روبرو ہمیشہ رہتے
 ہیں انہیں کے موافق حکمرانی عقلاً اختیار کیا جاسکتی ہے اور بالکل خود

مختاری یا بالکل جمہوری سلطنت عام طور سے مفید نہیں خیال کی جاسکتی مگر حالات ملک اور وقت سے گورنمنٹ یا تو خود مختاری اختیار کرتی ہے۔ یا جمہوری طسریقہ۔ ملک کی جمالت ناشائستگی اور وحشت یا ظلم و فتنوں کی ترقی و صلح پسندی اور کاروبار تجارت و صنعت و غیرہ کی وسعت گورنمنٹ کو ایک راہ اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ عقد قانون کے ہونے سے خود مختار سلطنت اچھی طرح حکمرانی کر سکتی ہے۔ مگر خوف یہی رہتا ہے کہ قوت حاصل ہو جانے پر ظلم و بیابا بلگی کی طرف رجحان ہو جاتا ہے اور اسی لئے پادشاہوں کی خود رانی اور بے ضابطگی وغیرہ روکنے کے لئے چند قواعد پابند کرنے کو بنائے جاتے ہیں۔

۴ اقسام گورنمنٹ

عام طور سے گورنمنٹ کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں :-
 اول بادشاہت جس میں ایک شخص اپنی مرضی سے حکومت کرے۔
 دوم امارت۔ جس میں چند امراء ملک ملک حکومت کریں۔
 سوم جمہوری۔ جس میں کل رعایا ملک حکومت کرے۔
 اگرچہ یہ اقسام گورنمنٹ عام طور سے کہے جاتے ہیں۔ مگر شکل سے کوئی ایسا ملک ملے گا جہاں خالص طور سے بادشاہت یا امارت یا جمہوریہ رہی ہو۔ سلطنت جمہوری کے اچھے برے ہونے کی نسبت بہت کچھ لکھا پڑا گیا ہے۔ اور قدیم سلطنت جمہوری کی مثال بار بار پیش کی گئی

ہے۔ لیکن اس امر کا خیال نہیں کیا گیا۔ کہ حقیقت میں جمہوری سلطنت اپنے اصل معنی میں کبھی نہیں ہوئی صرف اس کے نام سے نایخ آشنا ہے۔ اور اوسے نام پر بڑا شور و غل مچایا جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر سلطنت جمہوریہ میں جو زمانہ سابق میں تھیں۔ غلاموں کی کثرت تھی۔ اور غلاموں کا لفظ انہیں پر صادق آتا تھا جو ملکی حقوق سے خارج کر دیئے جاتے تھے اور بقیہ لوگوں میں سے منتخب اشخاص حکومت میں حصہ پاتے تھے۔ یہی حال قریب قریب پادشاہت کا ہے۔ کوئی زمانہ یا کوئی ملک ایسا نہیں گذرنا کہ کھل لوگ کسی ملک میں ایک پادشاہ کے مرضی کے تابع رہے ہوں۔ امرائے وقت اور متوسلین حکمران ہمیشہ عام متابعت سے علیحدہ رہے اور ان کے حقوق عام رعایا سے افضل ثابت ہوئے بلکہ بعض اوقات امرا وغیرہ کو مساوات کا درجہ حاصل ہوا ہے۔

ہر بادشاہ کے لئے ایک کونسل یا دیوان رہا ہے جو اس کے خالص مرضی کو ایک معتدل حالت میں لاکر چلاتا رہا۔ گورکھاؤٹ کیسے خفیہ درجہ کی رہی ہو جیسا کہ روس میں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ بادشاہ کی مرضی بالکل خود مختار نہ کہیں نہیں رہی۔ اس کی حکومت اکثر پرہیزگاری تھی مگر کل پرہیزگاری نہ تھی۔ کبھی کوئی بادشاہ ایسا نہیں ہوا جس نے یہ دیکھا کیا ہو کہ سب کے سب کلیتہً بلا واسطہ اوسے کے تابع رہے ہوں۔ روس و روم میں گاہ گاہ ایسی حالت پھوٹا ہے کہ وہاں کے بادشاہ

سے کھیتا کل باتون کو اپنے خاص زیر نگرانی رکھنا چاہا مگر پھر ایسے وقت
پیش ہوئے کہ جس سے خود مختارانہ کارروائی رک گئی۔ ان باتوں سے
معلوم ہوا کہ گورنمنٹ کی تقسیم محض معنی کے اختلاف ظاہر کرنے کو ہر
ورنہ قریب ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ کہیں بادشاہت کہی جاتی ہے
اور کہیں امارت اور کہیں جمہوری۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ ان میں
باہمی فرق کیا ہے۔ بادشاہ تمام قوم اور کل سلطنت کا مالک اور کیل
ہوتا ہے۔ اس سے کل انتظام سلطنت متعلق رہتے ہیں۔ کل افواج
کا وہی صدر رہتا ہے۔ صلح و جنگ کا اوسیکو اختیار رہتا ہے۔ وہ ایک
چشمہ ہے۔ جہاں سے اعزازی نمائندگی بکھلتے ہیں۔ بادشاہت کے منصب
ایسے صاف صاف ہیں کہ جہاں بادشاہت نہیں ہوتی وہاں عینی
طور سے بادشاہ کے فرائض پورے کرنے کو کوئی شخص مامور ہو جاتا
ہے۔ مثلاً پریسڈنٹ۔ وغیرہ۔

مالک دیگر سے تعلقات رکھنے میں بادشاہ اپنے ملک و قوم کا وکیل ہوتا ہے
اور ملکی معاملات میں انتظامیہ کارروائی اوسے سے متعلق ہوتی ہے
اور یہی وجہ ہے کہ بادشاہت موروثی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ انصاف
ہونا لازمی ہے خواہ سلطنت اور ملک کی کوئی حالت ہو اور اس میں
کیسے ہی تغیرات کئے جائیں مگر عدالت کی کارروائی مستقل طور سے
برابر ہونی چاہیے۔ اور اس لئے مستقل طور سے ایک شخص کو ہمیشہ

قائم رہنا چاہئے۔ جس کے نام سے انتظامی امور کا نفاذ ہو۔ اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بادشاہ کبھی نہیں مرنے۔ قوم کا استقلال۔ عدالتی کارروائی کا استقلال و قیام سمجھا جاتا ہے۔ برخلاف اسکے جب کوئی فوجی شخص حکمران ہوتا ہے تو اس کے مرنے پر بقیہ لوگوں میں حکومت کے لئے بڑے بڑے جھگڑے ہوتے ہیں اور جب انہیں سے کوئی شخص اپنے آپ کو الگ بنا لیا ہے تب کہیں انتظام از سر نو شروع ہوتا ہے۔

اس معنی میں بادشاہ کی قوت اور اختیار کے نسبت ایک سوال ہوتا ہے کہ اگر بادشاہ مستقل طور سے امور انتظامیہ کا مستقبو کیا جاتا ہے تو اس حالت میں وہ بادشاہ با اختیار رہے گا۔ مگر حکومت نہ رہے گی۔ اگر بادشاہ اپنی مرضی کے موافق کارروائی ملکی میں بغل دیتا ہے تو جو خیالات رعایا کے اس کی نسبت پہلے قائم کئے گئے ہیں وہ باقی نہیں گئے۔

کیونکہ یہ ایک عام مقولہ ہے کہ بادشاہ سے غلطی نہیں ہوتی اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ بادشاہ کے فرائض براہ راست رعایا سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ اس کے فرائض اسکے مفصل سے متعلق ہوتے ہیں جس کی غایت یہ ہوتی کہ وہ صدر امور انتظامیہ ملکی ہوتا ہے اسلئے انتظامی حالتوں کی غلطی اور صحت سے اس کو براہ راست تعلق نہیں ہے لیکن جب وہ براہ راست دخل معاملات انتظامیہ ملکی میں دیکھتا تو قانون

کی غلطی نقص قانون تک محدود رہے گی بلکہ اس کے دخل دینے سے غلطی کا اطلاق اور سپر ہو جائیگا۔ اور جب تک وہ اپنے اختیاروں کو برا راست نہ کرے معاملات تک نہ چھو پچھو جائیگا اور وقت تک کوئی غلطی قانون غلطی سمجھی جائے گی۔

جب بادشاہ قوم متحدہ کا ایک صدر تسلیم کیا گیا تو امراء ماتحت اختیار اور دراج پر قابض سمجھے جائیں گے۔ بادشاہ تمام ملک کا مالک ہو تا ہے۔ امراء درجہ دار فوج وغیرہ کے حصوں پر حکومت کرتے ہیں۔ پٹیلہ اور جاگیر مباح و منہ خدمت فوجی دی جاتی ہے۔

امارت کے تین درجے ہیں :-

اول - سلطنت کے کسی ایک حصہ کی حکومت۔

دوم - بادشاہ کی ماتحتی میں کسی عمدہ کی نظامت۔

سوم - تمام ملک کی فوج میں سے کسی حصہ فوج کی کمانڈ (حکومت) زمانہ گزشتہ میں امیرون یعنی جاگیرداروں کو زمین دیکر صرف فوجی امداد کے لئے رکھتے تھے اور ان لوگوں نے اپنے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے کار نمایان کئے۔ جس سے یہ طریقہ روز افزوں ترقی پکڑا گیا۔ مگر جس ملک میں یہ گزرا امراء یعنی امارت موقع اور وقت کے مناسبت سے اپنی اصلی حالت امارت سے متجاوز ہو کر حکومت کل تک پہنچ جاتا ہے۔ اور جہاں بجائے اس کے کہ امیرون سے معاوضہ میں فائدہ پہنچے اور تمام سوسائٹی کی طرف سے فائدہ

دکالٹا پریش ہوں وہ خود عمان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور اس طرح حکومت امارت کی بنیاد والین اوس وقت وہ ملک نہایت درجہ کی سخت بلاؤں میں مبتلا ہو جائیگا اور اوس ملک کی تباہی فورا ہو جائے گی۔ کیونکہ چند خاندان کا برسر حکومت ہو جانا سلطنت کی تباہی کی بڑی دلیل ہوتی ہے۔ جس ملک میں بادشاہ اور امراء بھی ہوں وہ اوس حالت سے بالکل جدا ہے جب کہ صرف امراء کی حکومت باقی رہ جاوے۔

اب جبکہ سوسائٹی کی کیفیت حکومت شخصی اور حکومت اُمراء کی ملک بیان کی گئی تو اب صرف جمہوریہ حکومت کا بتلانا باقی رہ گیا ہے۔ جس طرح شخص اور امراء کی حکومت کی تباہی کہ مقاصدان و دونوں کے تمدنی ترقی اور عام بہبودی خلاف ہے اوس طرح جمہوریہ کا بھی یہی مقصد ہے۔ یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ ایک ملک کی حکومت ایک شخص یعنی بادشاہ کے ہاتھ میں رہے۔ لوگوں کو اپنے ہاتھ میں حکومت لینے کا کیوں شوق رہا کرتا ہے۔ اس کا جواب بھی بہت آسان ہے۔ کہ جب کہ عام معاملات میں ایک شخص کی رائے سے ناجائز دست اندازی ہوتی ہے۔ رعایا کے ملک اور قومی فوائد کو خطرہ رہا کرتا ہے۔ اور موجودہ وقت سوسائٹی کے کامیابی اور ناکامی پر ہر ایک شخص کی عزت و حرمت جان و مال کا انحصار ہے تو اوس وقت ہر شخص کو اپنی رائے دینے اور معاملات میں شرکت کر لینا

حق حاصل ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ گورنمنٹ کی رفتار اس کی رائے کے موافق ہو۔ خواہش یہی کی جاتی ہے کہ لوگوں کی خواہش پوری کی جائے جس کی اور کوئی وجہ بجز اسکے نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی خواہش ہے۔ اس سے زیادہ ایک اور بات مقبولیت کی یہ ہے کہ علی العموم ایک یا چند اہل غرض منتخب شدہ لوگوں کی رائے بہ نسبت کثیر القعد لوگوں کی رايوں کے جو معاملات ملکی سے دخل دیتے ہیں زیادہ تھمانے کے قابل ہوتی ہے اگرچہ یہ لازمی بات نہیں ہے مگر اسکان سے خارج بھی نہیں اور نہ جمہوری سلطنت کے قیام کی یہ کوئی معنوں وجہ قرار دی جاسکتی ہے۔ کہ لوگوں کی رائے حکومت چلانے کے لئے سب پر فایز سمجھی جائے۔ قانون مرضی کا تابع نہیں ہوا کرتا مگر قانون کا مندرجہ ہر کہ وہ انسان کی ضروریات اور حوائج کی تلاش کر کے اون کو پورا کرے۔ اس لئے انسان کی مرضی قانون نہیں ہو سکتی کہ کاروبار کا انحصار اس پر کیا جائے۔ ممکن ہے کہ ایک شخص کسی عرصہ سے پاگل ہو گیا ہو اور اس کی رائے غرض آمیز ہونے سے فائدہ بخش نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک گروہ کسی خاص جویش یا کیفیت سے اسی طرح راہ راست سے ہٹک جائے جس طرح ایک منفرد شخص اپنے کو بُرا یا بُرے کو اچھا کر دینا جس طرح بادشاہ یا امراء کے اختیار میں نہیں ہے اسی طرح عام رائے بھی ایسا پورا تفسیر پیدا نہیں کر سکتی۔ لیکن اگرچہ عام رائے قطعی عمدہ اور سب

سے اچھا فیصلہ کرنے پر قادر ہو۔ مگر تاہم بہت سے معاملات ملکی عام
 راسے کے محتاج رہتے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا نے عقل و تمیز دیا ہے اور مختلف
 طریقوں سے ان کے فوائد چھپدہ ہیں اور سرکار کو اپنے تمدنی اور ملکی فوائد
 کی غرض سے محصولات ادا کرتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کون کون تین
 رکاوٹ کی ہیں۔ کمان سے کون شہر نکال دالہی چاہیے۔ اور اس طرح
 اکثر صحیح اور ضروری نتائج نکلنے پر قادر ہو جاتے ہیں۔ بہ نسبت ان
 لوگوں کے جو محض سوچا کرتے ہیں اور جنکو قوت مدرکہ اچھی دی گئی ہے مگر
 اون پر کسی قسم کا دباؤ نہیں پڑا۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ دباؤ بڑا محرک
 اور معلم ہے۔ قریب قریب کل ملکوں میں ایسے قوانین جاری کئے گئے تھے
 جو عام باشندوں کو نہایت مضر اور تکلیف دہ تھے اور ان کی اصلاح اولین
 عمل درآمد ہونے کی قابلیت انہیں عام راؤن سے ہوئی ہے۔ چنانچہ
 انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی۔ اور امریکہ کے قوانین جو شروع میں عام
 قیاس کے خلاف تھے بعد کو توسط یا بلا توسط عام راسے درست ہو کر
 آج تک نہایت خوبی اور عام اطمینان کے قابل چل رہے ہیں۔
 مگر ہم انگلستان کے قواعد کو جو ولیم کے پہلے اور بڑے اعظم یورپ کے
 کو فرانسسی رولوشن کے پہلی تاریخوں میں دیکھیں اور صرف قوانین
 ملکی ہی نہیں بلکہ رسم و رواج آزادی اور پابندی وغیرہ۔ تو معلوم
 ہوگا کہ عام راسے سے کس قدر اس میں صفائی اور درستگی آگئی ہے۔

عام رائے کے معنی اگر بیچ حور سے استعمال ہو تو غیر طرداری کے
ہیں۔ اور معاملات ملکی میں غیر طرداری سب سے بڑا جوہر ہے۔ باوجود
ان سب باتوں کے عام رائے کو ہم حکومت چلانے کے لئے قابل نہیں
سمجھتے۔ کیونکہ اگرچہ یہ تمدنی حالتوں کے درست کرنے کا بہرہ دست
آلہ ہے جس سے آزاد خیال لوگوں کو انکار نہیں مگر حکومت کے لحاظ سے
جس میں کل باتیں آخر میں عام مرضی پر منحصر ہو جاتی ہیں عام رائے سب
نہیں ہوتی جو اگرچہ ایک وقت مثل اعلیٰ درجہ کے خود مختار سلطنت
کے مناسب وقت خیال کی جائے۔ مگر زمانہ کے تغیر سے سوسائٹی کا تغیر
لازمی ہے۔ اور اس لئے پیچیدگی کا بڑھنا ضرور ہے اور اس وقت عام رائے
عموماً مفید عنصر نہ ہوگی۔

۵۔ باضابطہ اور پینچایتی حکومت

یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ عمدہ گورنمنٹ کے لئے تین اجزاء کی ضرورت ہے
اول۔ بادشاہ اور عدالت۔

دوم۔ گروہ اُمراء۔

سوم۔ حقوق اور فوائد عام رعایا۔

اب یہ خیال ہوتا ہے کہ آیا کوئی ایسا عمل میں آسکتا ہے کہ سلطنت
میں ان تینوں اجزاء کا مشمول عمدہ طور سے رہے اور سلطنت کو کسی
اتفاقہ خرابی سے حفاظت ہو۔

وانج ہو کہ عہدہ گورنمنٹ وہ کہلائی جائے گی جسکے یہاں آئندہ۔ پڑھنے پڑھنے
خوش اطوار رعایا ہوگی۔ جو اپنے فرائض کو بخوبی سمجھ کر کامل آزادی کے ساتھ
پورے طور سے قواعد کی پابندی کرے گی۔ حقیقت میں اگر ایسی حالت
ہو تو گویا وہ گورنمنٹ اپنے جملہ مقاصد میں کامیاب ہو کر۔ جسکے لئے یہ
ضرورت نہیں ہے کہ وہ مجرموں کو سزا دے بلکہ یہ ضرور ہے کہ ایسے قواعد
جاری کرے کہ جرایم کا افساد ہو جائے۔ تمام رعایا کو اچھی طرح دشمن
کر دے کہ جرایم قانونی اور دیگر افعال بد نہایت خراب اور بدنام کنندہ
ملک میں اور خوش اطوار اور نیک کردار لوگوں کے ساتھ کامل آزادی
اور صفائی کے ساتھ برتاؤ ہوگا۔ اور جرایم کے مرکب ہمیشہ اور بہت جلد
اپنے کیفر کردار کو چھوٹیں گے۔ یہ سچ ہے کہ انسان کو اس قدر مختلف خیالات
اور خواہشات رہتے ہیں جن سے اس کی حالت محض مصنوعات کے
موانع ہمیشہ کے لئے ایک ڈینگ پر قائم نہیں رہ سکتی بلکہ نیکی و بدی کا
ہونا اقتضا سے بشریت ہے مگر عمدہ گورنمنٹ کے سلسلہ انتظام پر انسان
کے فطرتی افعال بہت کچھ منحصر ہیں۔ اس کو اپنی طرف سے اچھی طرح
تیار رہنا چاہیے۔ خواہ رعایا سے ملک بالکل حسب خاطر نہوں وہ خود رفتہ
رفتہ پابند ہی قواعد اور ترغیب و تعزیر گورنمنٹ نیک کردار ہو جائیگی۔
پس کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ کل خرم سلطنت کا فائدہ ملے
اس سوال کا جواب تجربہ پر منحصر ہے۔ جو کچھ اصول و قواعد سے مستخرج

جو مگر یہ سمجھ رہا ہے کہ گورنمنٹ محض کتابوں میں پرستے یا صرف خیال پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ گورنمنٹ سرتاپا عمل انتظام پر منحصر ہے اور انتظام گورنمنٹ مقامی حالتوں اور رعیہ کی عادتوں پر موقوف ہے۔ یہ سچ ہے کہ پولٹیکس کا علم ہوتا ہے مگر حکومت تو محض تجربہ پر یہ خصوصاً بار بار آزمائش دنیا کا می ہوتی ہے مگر بار بار کی آزمائش سے ایک مرتبہ کامیابی بھی ہوتی ہے اور وہی اصول گورنمنٹ کے قرار پاتے ہیں۔ پس گورنمنٹ کے تین اجزاء یعنی بادشاہ۔ امراء۔ رعایا۔ ہیں۔

بڑی بڑی نقشبندی اور تحریریں اس امر کے بیان میں پیش کی گئی ہیں کہ ان تینوں گروہ کا اتصال کیطرح ممکن نہیں ہے۔ مگر انگلستان کے طرز حکومت نے جو عمدہ دراز سے جاری ہے کل تقاریر و تجارت کو روک دیا۔ جہاں ان تینوں کا پورا اتحاد کمالیت اور آزادی کے ساتھ ہے۔ گو اس کو عام طور سے کامل نہ کہا جائے مگر طریقہ کار روایتی بلحاظ حالات ملک و رعایا اس طرح رکھی گئی ہے کہ انگلستان نے اپنی نامور سی عزت و عظمت کو ایک چھوٹی اور حقیر حالت سے تمام دنیا میں پھیلایا۔ اس باضابطہ حکومت کا یہ نتیجہ ہے کہ آج انگلستان کی ماتحتی میں ضرب المثل بڑی بڑی نوآبادیان اور مہندستان ہے۔ انگلستان کی حکومت بقایہ کسی دوسرے بادشاہ کے صرف برابر نہیں ہے بلکہ تنہا انگلستان مقابلہ کل سلطنت ہائے یورپ کے ہے۔ جو تاریخ جغرافیہ

سے ثابت ہے۔ اب انگریزی حکومت کا کسی قدر مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے یہ ہے کہ بادشاہ موروثی ملک مملکت ہوتا ہے۔ اور وہی پہلا شخص ہوتا ہے جس کے نام سے کل عدالت اور انتظام کا کام ہوتا ہے وہی سرچشمہ اعزاز و امتیاز ہوتا ہے۔ صلح و جنگ کا اوسیکو اختیار بادشاہ کو پورا اختیار ہے کہ ہوس آف لاڈلز اور ہوس آف کانٹراکٹ کے پاس کردہ قوانین کو منسوخ کر دے۔ لیکن یہ حق قانونی ہوتا ہے محض اختیار ہی نہیں ہے اور اس وقت دونوں فریق کو اپنے عدالت بیان کرنے کا پورا موقع ملتا ہے۔ اور بادشاہ اپنی مرضی کے موافق عمل نہیں کرتا بلکہ قانون کے موافق۔ جو صرف نہ عیاد کے حق میں مفید نہیں ہے۔ بلکہ بادشاہت کے حق میں۔ کیونکہ اس سے جو حراب نتیجہ بادشاہ اور عیاد کے مابین بد مزگی کا ہوتا ہے وہ ٹکا ہوا رہتا ہے جگہ سے اس کے کہ وہ ہنگامہ پرداز یا نہ ہوں جن سے بادشاہ کی جان معرض ہلاکت میں ہو جائے کم سے کم اوس کو تخت سے علیحدگی پر مجبور ہی ہو۔ ایسی حالت میں بادشاہ کے خاص مشیر علیحدہ یعنی تیل کروٹے جانتے ہیں۔ اور لوگوں کی مرضی کے موافق وزارت کے تیار سے بادشاہ کا وجود گویا فرسودہ قلم ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہونہ اس علیحدہ اور قابل تعریف طریقہ

سے بادشاہ کے سر پر سے جواب دہی اتر جاتی ہے۔ اور صرف بُرائی کی ذمہ داری و ذمہ داری پر رہتی ہے اور اس سے ہمیشہ کی تبدیل ہمیشہ کی مضبوطی کے ساتھ جوتی ہے۔ پس جب کبھی ضرورت ہوئی تو بادشاہ کی وزارت تبدیل کر دے مگر کسی تبدیل نہیں ہو سکتی۔

انگلستان کے طرز حکومت سے ہمارے اکثر ناظرین واقف ہو چکے کہ۔ حکمران۔ پارلیمنٹ۔ یا دوسرے لفظوں میں محض پارلیمنٹ حکومت کرتی ہے۔ پارلیمنٹ کے دو طبقے ہوتے ہیں۔ اول جس آف لارڈز۔ یعنی طبقہ اہل اہل جس میں اکثر موروثی جاگیر دار۔ رُو سا ہوتے ہیں۔

دوم جس آف کامنز۔ یعنی طبقہ شرفاء۔ جو عام لوگوں کی طرف سے منتخب ہو کر وکالت پارلیمنٹ میں نشست کرتے ہیں۔

جو قانون بنائے جاتے ہیں۔ اوکلی بنا، جس آف کلائمینٹ۔ ہوتی ہے۔ مگر دونوں طبقوں کی منظوری کے بعد حکمران وقت سے نفاذ

کی اجازت لی جاتی ہے۔ غرض ایک قانون کے بستے میں تین اجزاء حکومت کی منظوری ضروری ہے۔ بادشاہ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے چاہے کہ وہ کو غصہ کر دے۔ اور اس کو مصلح و جنگ دیکھے بھی اختیار ہے۔ مگر دائرہ داری سے کوئی بادشاہ ذاتی یا امتدادی ہر عمل کو نہیں

جلد دوم حسن نمبر ۱۲

دونوں طبقوں یعنی پارلیمنٹ کی منظوری پر بادشاہ کا بھی صاد ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے انگلستان کی حکومت میں ہر سہ اجزائے سلطنت۔ یعنی رعایا۔ امراء۔ اور بادشاہ۔ کافی طور سے شریک ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہوس آف کامنز کو ہوس آف لارڈز سے زیادہ قوت ہے اگرچہ ماتحت ہے اس لئے یہ کہنا نازیبا نہیں ہے کہ انگلستان میں ایک قسم کی جمہوری سلطنت ہے۔

چونکہ طرز حکومت انگلستان سے ہمارے ناظرین کو یقیناً واقفیت ہے اس لئے ہم یہاں پر اسی اختصار کے ساتھ اس دلچسپ مضمون کو ختم کرنے میں۔ گناہ کسی وقت تفصیل کے ساتھ لکھ سکیں گے فقط

حسن

بقیہ سفرنامہ نیلگری

(ملاحظہ ہو حسن نمبر ۱۰ جلد ۲)

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ پجربہ

آج آٹھ بجے بیدار ہوا۔ مطلع صاف ہے۔ آفتاب روشن ہوا سردی کم ہے۔
 برک فاسٹ ۱۲ بجے ہوا۔ آج پولو میاچ ہے گورنرس ٹیم اور چالیکاہ (نظام)
 ٹیم کھیلین گے۔ میں نے ہر دو ٹیم کے بہترین کراٹھ دے دی کہ جو ٹیم بازی میں
 اوس کو ایک نیپ (پیالہ) فینس ماصہ دوٹکا۔ چنانچہ کپ بھی۔ پی۔ ار
 کیپنی واقع مدراس کی شاپ سے آچکا۔ وہ پھر کے بعد ہنر کا جواب شکوہ
 آمیز پھوپھا۔ آج تین پہر کو اسٹیم (دعوت) اورٹنس (قسم کیل)
 پارٹی مقرر تھی۔ اورٹنس گروند مینا اور آراستہ کیا گیا ہے۔ اورٹنس
 اکل و شرب بھی مہیا کیا گیا ہے۔ وائٹنگ کارڈ سے بیاٹھ بھی آیا ہے۔ ایکو
 سے زیادہ یورپین کی دعوت ہوئی ہے۔ لیڈی کمانڈر انچیف اور دیگر
 مغز لیڈیوں کے جواب اقبالی بھی آچکے ہیں۔ گورنرس ٹیم کے شکاری
 نے چٹھی لکھی کہ ہم بوجہ میاچ کے ایونٹنگ پارٹی میں نہیں آسکتے ہم کو
 اس دعوت سے بڑھ کر خوش اوس وقت ہوگی کہ ہم آپ کا کتبہ تین
 الغرض کل تیار بیان ہو چکی تھیں کہ ہم بجے سے غلیظ ابر نمودار ہوا اور
 نہایت شدت سے بارش ہونے لگی۔ جس سے صاف ہونے کے آنے کی
 امید بالکل منقطع ہوئی۔ ساڑھے پانچ تک بارش ہوتی رہی ٹینس گروٹ

بالکل گل آلود ہو گیا۔ بیچے کے قریب ایک ڈاکٹر لیڈی اور ایک جٹلین
 چھوٹے۔ بیانیہ شروع ہوا بعد چائے خوری کے گلگشت کو نکلے تھے
 کہ پھر پانی شروع ہوا۔ اور ساتھ سے چہ کو کہیں کم ہوا۔ مہاراجہ
 دن یا نگر۔ کے۔ ہی۔ آئی۔ فی۔ سلاٹ سے چہ بجے تشریف لائے ہوا
 پریوٹ سکریٹری اور اسٹاف ڈاکٹر اور منیجر آف دسی ہوس جو پورن
 تھے موجود تھے۔ مہاراجہ نہایت خلیق اور منہاں گاڑی سے اترتے ہی
 بڑے تپاک سے شیک بند کیا اور بہت دیر تک بات چیت کرتے
 رہے۔ بیچے مہاراجہ رخصت ہوئے۔ ابرگنہرا ہوا۔ بیانیہ کو رخصت
 ویری گھر۔ کیونکہ کسی کے آنے کی امید بوجہ بارش نہ رہی تھی۔ ساتھ
 بات کو ڈنر ہوا۔

سہ ماہی رمضان سنہ ۱۳۲۹ ہجری جمعہ

آج ساٹھ ہے نونجے بیدار ہوا۔ سردی کم ہے۔ دو تین روز سے روزہ پانی بہت
 اب بارش کا موسم شروع ہو گیا ہے۔ اکثر لوگ چلے جا رہے ہیں چنانچہ
 گورنر صاحب ضلع کنجاں کے دورہ کو گئے ہیں۔ اور مہاراجہ پد کوٹہ۔ اور راج
 صاحب ونکٹ گیری۔ اور اکثر یو پین عہدہ داران پہار کے نیچے چلے گئے
 ہیں۔ تین پڑ کو آخر شہر میں اور اسپورٹس تھی۔ مگر تین بجے سے بارش شروع
 ہو گئی۔ اگرچہ ساٹھ ہے ۴ کو تسخیر کم ہوا لیکن ابر محیط تھا۔ پونے پانچ
 کو میں سے ہر ایمان مشروط گاہ جانے سوار ہوا راستہ میں معلوم ہوا کہ بوجہ

بارش ششہ سو قوت کی گٹر لندا میں اسپنسر اور بیڈم پیل وغیرہ کی شاہین
کو گیا اور کچھ سامان خرید کیا۔ ساڑھے چھ کو مکان کو واپس آیا۔ بجے
ڈنر ہوا۔ بہت سی چٹھیاں ملے۔ کو عید کی مبارکبادی میں لکھا۔ ساڑھے
نوبے میں اور ڈاکٹر صاحب انٹی روم میں بال کی دعوت میں جا کر شریک
ہوئے اور پونے تین بجے واپس آئے۔ یہ جلسہ سچلر میں (ناگنڈا اردو) نے
ناگنڈا لیڈیوں کو دیا تھا۔

غزہ شوال انکرم سلمہ ہجری شنبہ

آج ۸ بجے بیدار ہوا۔ اگرچہ ابرو باران نہیں ہو لیکن سردی زیادہ ہو
اور ٹھنڈ ہی ہوا پیل رہی ہے۔ آج عید الفطر ہے۔ مراد علی صاحب اور
میر صفدر علی صاحب عید کی نماز کو گئے تھے۔ چونکہ اب بارش تین پہر کو
روزانہ ہونے لگی ہے اس لئے اخیر ششہ طین جو باقی تھیں آج صبح کے
دس بجے ہوئیں۔ میں شنب کو بال میں جا کر ۳ بجے واپس آیا تھا۔ اس لئے
بوجہ ٹھکانا کے جا نہ سکا۔ علاوہ اس کے آج عید کا دن تھا معمولی رسوم
عید کے ادا کرنا تھا۔ بہر حال نہایت خوشی سے عید کے معمولی رسوم ادا
کئے گئے۔ نواب وقار الہ آبادر کی بھی دعوت تھی اور نواب صاحب فتح
ساڑھے سات کو رونق بخش ہوئے اور ساڑھے نو بجے جھٹ ہوئے۔
پنوزنگم اور کاظم علی صاحب دس بیوں ٹھکر کو گئے جگا بند وبت سابق سے
ہی ہو گیا تھا۔ میں آج مدراس پریسٹنسی کے سررشتہ مال کی تاریخ کو

جلد دوم حسن نسبہ

نمایۂ شوق و دلچسپی سے دیکھتا رہا اور جبکو چند روزہ سے مطالعہ کرتا ہوں۔

۲۱ شوال سنہ ۱۲۸۱ ہجری یکشنبہ

آج فوج بیدار ہوا۔ سردی بالکل نہیں ہے۔ چونکہ آج روز یکشنبہ ہے۔ توپ جو روز ۱۲ بجے چلتی تھی آج دس بجے چلی۔ ساڑھے گیارہ کو فواب وقار الامرا بہت صبح و صبح برک فاسٹ پر قشرف لائے۔ ہمارے بنگلہ سے دو میل فاصلہ پر نمایت پرفضا جنگل میں پہلے ہی سے کلنگ کے تیاری کرائی گئی تھی۔ ہم کارڈیون میں سوار ہو گئے وہاں گئے۔ دسترخوان بہت لطافت سے چاہا ہوا تھا۔ ٹر فٹیب جوئے کی وجہ سے سردی بہت تھی اور تمام زمین نم اور اسی پر غصہ کیا جھاڑو کا تھا۔ تنہدی دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سردی ٹوڈن سے سیر میں چلتی ہے۔ اس لئے چند گھانٹوں کے گٹھے فرش کے نیچے بچائے گئے۔ اسپریشنے سے سردی کچھ کم معلوم ہوئی۔ ۱۲ کے بعد کھا ہوا۔ قریب دو بجے وہاں سے واپس چلے۔ اور سپر فواب وقار الامرا بہادر کے دولت سرا پر آئے۔

ڈاکٹر عیوف علی صاحب کا مزاج نادرست ہونے کی وجہ سے پیدل سیبوں کے ہمراہ مکان کو چلے گئے۔ جو وہاں سے ۲ میل تھا۔ ۵ بجے بعد چاء نوشی کے میں مکان کو واپس آیا۔ غلام رسول اور میرزا کاظم علی ہمراہ تھے۔ ۹ بجے ٹوڑ ہوا۔

۲۲ شوال سنہ ۱۲۸۱ ہجری دوشنبہ

آج فوج بیدار ہوا۔ کیونکہ سردی ہے۔ مطلع صاف ہر شب میں یہ بات قرار پائی کہ چار شنبہ کی صبح کو بیان سے بھگدور کی طرف کوچ ہو۔ اور سنٹر صاحب کا

نار آیا کہ آپ بنگلور سے میو رہوتے جائے۔ آج پولو میاچ ہے۔ اگر شام کو بارش ہو تو لطف ہوگا۔ مگر بسبب بارش پولو نہ ہو سکا۔ آجکا تمام دن برسی بے لطفی و کھلت سے گٹا۔ مین تمام روز بستر سے اٹھ نہ سکا۔ آج شب کو چند یورپین ڈنر کی دعوت دیتے ہیں۔ ساڑھے سات سے مہمان آنے لگے۔ اور ۸ بجے ڈنر کے میز پر گٹر خفیف ہی ترشح تھی۔ اور سردی بھی زاید تھی۔ دعوتیوں کے اسامیہ مین:-

ہنر اکسنسی اجونی وکیل۔ لارڈ شپ انکلنڈ۔ کرنل ماسٹ اوئس۔ کرنل مہر جس۔ مس آشلن۔ مس فولگا۔ چونکہ میز پر جائے کم تھی۔ اس لئے صرف ڈاکٹر شریک ہوئے تھے۔ دس بجے برخاست ہوئی۔

۴۴ سوال سنہ ۱۳۲۱ ہجری سہ شنبہ

آج ساڑھے آٹھ بجے بیدار ہوا۔ سردی خوب ہے۔ مقیاس اخلاوت ۶۳ درجہ پر ہے اور ابر محض بے آسمان ہے۔ طبیعت بہت منت ہے۔ فی الواقع اب بیان کی آب و ہوا اچھی تریبی مزاج تمام دن مضمحل رہتا ہے۔ اور اب ہمارے قیام میں ایک ہجری بانی ہے۔ کل بیان سے کچھ ہوگا۔ اور بنگلور جائیں گے۔ تمام دن کہیں باہر نہ جاسکا۔ رات کو ۸ بجے ڈنر کھایا۔ دس بجے شب کو چہر اسی اور دو منغلانی باورچی اور ایک انگریزی باورچی اور فراش و رحمان علی وغیرہ لوگ مع سامان راسی مشا پالم ہوئے۔ یہ لوگ مع سامان بنگلور جائیں گے۔ ۱۲ بجے آرام ہوا چونکہ مین کل منیگری سے رخصت ہوتا ہوں۔ اور نیگری موسم ہمارے مین گورنر مدد اس کا دار الحکومت ہے۔ اس لئے مجھے اکثر بیان حکام مال سے ملنے اور یہاں

مالی قوانین کے دیکھنے کا اتفاق رہا۔ اس موقع پر مدراس پریسٹنسی کے قریب
مالی کا پرائیویٹ ان کروڑ لگا۔

غالباً یہ قوانین ہمارے ممالک ملک اند کے لئے بہت کچھ مفید

ہونگے فقط

میں سے

تاریخ انتظام محاصل اراضی احاطہ نہ راس

ریونیویراوسی مجلس ملکاری بندوبست مالک ادبی مع اور ابواب کے مجلس ملکاری

اقدارین ہر۔ مجلس مذکور کا اول دن منعی یہ ہے کہ محاصل کی تحصیل وقت پر
کی جائے۔ علاوہ اس کے یہ کام بھی ہے کہ ملک کی آبادی۔ کشکاری۔ برآمد اور درآمد
صحت اور ترقی کے نسبت مفصل کنیت مرتب کر کے رکھے۔ مجلس مذکور خاص
قدون کی اخراجات کا بندوبست کرنی ہے۔ نابالغوں کی جائداد کو کورٹ اون
دارٹو کی حثیت میں اپنے تفویض میں رکھتی ہے۔ جو عطیہ رقوم کو وقف ہو جائے
اون کو برصغیر سے رج کرتی ہے اور کشکے روانہ کے مقدمات جو سرکاری فہرست
میں نقل رکھتے ہیں اون کو مجلس مذکور علم کرتی ہے۔

ایک فائدہ کے رو سے مجلس مذکور کے ممبروں میں مختلف کام کی
صنیت سے اون کے سرانجام دہی کے لئے تین مختلف طریقے مقرر ہیں۔ جو کام
یا دو ممبرانہ یا خود انہی کے لئے ہیں وہ اور ممبروں کے روبرو پیش ہو
ہیں اور اس طرح گونمبروں کی کونسل کے موافق کسی ایک کام کے انجام دہی
لئے برقرار ہیں ہی کام کیا جاسکتا ہے۔

افسار ملک کی تفویض میں (جو مجسٹریٹ کا کام بھی کرتا ہے)
ایک ایک ضلع دیا جاتا ہے۔ جیسے اسکاتلڈ اور ہماچل اسکے ماتحت سب ملکاری
مددگار۔ دہلی ملکاری۔ رستے میں۔ ملکاری مذکور اور ان جلا اشیاء پر حکومت اور مالی
کرنامہ جو بندوبست حاصل لازم ہیں۔ ملکاری اور صدر خزانہ کا دفتر وارہ چان

تعلقہ کا خزانہ بھیجا جاتا ہے اور جس جگہ اسٹامپ کا بڑا ذخیرہ فروخت کرنے کے واسطے جمع رہتا ہے۔ کلکٹر کو یہ بات بھی دریافت کرنی پڑتی ہے کہ آیا یہ اصل اراضی و قریب پر جمع ہو گیا ہے یا نہیں۔ اور جو رقم مالگزاروں نے دیا ہے اس سے باقی رہ گئی ہو اور اس کی ادائیگی کے لئے تجویز مناسب عمل میں لائے۔ کلکٹر کو رہنما بننے کی جائداد کا بندہ دہستہ کرنا کہ اور سیر حدی تب ذریعہ کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور معاملات دیہات۔ بد معاملگی کے مقدمات بھی اسی سے فیصلہ پاتے ہیں۔ زمیندار اور کاشتکار کے درمیان جو مقدمات ہوتے ہیں اور کھانہ فیصلہ بند و بست و میونسپلٹی اور لوکل فیڈ جو شارع عام و تعلیمات افلا وغیرہ کے لئے جمع کئے جاتے ہیں ان کی نگرانی کلکٹر کو رہی کرنا ہے۔ اور کلکٹر بحیثیت ایجنٹ مجلس مالگزاروں و قوم و مقام کے بر محل اخراجات کا فہرست دار رہا کر بحری اضلاع میں کچھ سی کر ڈنگری پرا دسکا اقتدار ہے۔ علاوہ اسکے اپنے اضلاع میں کلکٹر کو یہ بھی ضرور ہے کہ ان اضلاع کے باشندوں کے خیالات دریافت کرے کہ گورنمنٹ کی کارروائی اور پالیسی کی نسبت کس طرح کے مین۔ اور پولیس تعلیمات تعلیمات۔ حفظان صحت اور متفرق ابواب میں گورنمنٹ کو صلاح دیتا رہے۔

عملیات کے کل اخراجات کا ایک پانچواں حصہ عدالت نو بداری میں صرف ہوتا ہے۔ اور باقی خرچ حاصل اراضی کے حساب میں محسوب ہوتا ہے۔ مگر گنجام اور وزنگاٹم کے ایکبسی میں پانچواں حصہ خاص بدکاروں اور سب مجسٹریٹ کی خواہ عملہ اور مسافر کی بابت حاصل اراضی میں سے لیا جاتا ہے۔ اور باقی کل رقم اخراجات عدالت نو بداری میں صرف ہوتی ہے۔ کلکٹر ضلع کے اقتدار میں یہ بات ہے کہ کسی ملازم کو جو کچھ ملتا ہے

تخصیلا۔ اور کلکٹر ٹی کے سررشتہ دار سے کہ درجہ کا ہر معطل یا موقوف کر سکتا ہے اور جانکداوند کو رہ پراور اشخاص کی ماموری بھی اپنے اقتدار سے کر سکتا ہے۔

کلکٹر ٹی کے سررشتہ دار۔ اور سب دیو بن سررشتہ دار کی ماموری کے واسطے مجلس مالگزاری کی منظوری ضرور ہے۔ اور تحصیلدار اور ڈپٹی تحصیلدار کے تقرر کے واسطے کورنٹ کی اجازت درکار ہے۔ تحصیلدار اور ڈپٹی تحصیلدار صرف کورنٹ ہی کے حکم سے موقوف ہو سکتے ہیں۔ مگر کلکٹر ایسے ملازموں کو کسی بد روشی کے باعث چھ مہینے کے لئے معطل یا تبادلہ کر سکتا ہے۔ مگر درجہ کم نہیں کر سکتا۔

لیکن ایسے عہدہ دار کو بورڈ مین اپیل کا حجت یار رہتا ہے۔ کلکٹر اپنے اقتدار سے سررشتہ دار تعلق کو موقوف کر سکتا ہے مگر اس کی اطلاع کورنٹ کو کر فی ضرور ہے تاکہ کلکٹر کے اختیارات فوجداری منسوخ نہ جاسکیں۔ کلکٹر کو اس امر کا اختیار ہے کہ اپنے ماتحتوں پر جرمانہ کر دے، مگر اس روپیہ سے زیادہ جرمانہ بغیر منظوری مجلس مذکور نہیں کر سکتا۔ سب کلکٹر جو مجسٹریٹ کا کام بھی کرتے

ہیں ان کی تفویض میں بہت سے کام ہوتے ہیں اور مددگار ان کلکٹر کی نسبت زیادہ مفید رہتے ہیں۔ ان کے عہد میں سررشتہ دار کنسٹر محروم اور ملازم رہتے ہیں۔

کلکٹر کا صدر مددگار دیبا من تعلقوں کا کام اپنے تفویض میں رکھتا ہے۔ اور یہ کام اپنے ذمہ داری سے کرتا ہے۔ دو خاص مددگار (ایچل اسٹنٹ) وز کاچر اور گنہام کے جہنستان گورنر کی ماتحتی میں کام کیے ہیں مخصوص طور پر

مقرر رہتے ہیں۔ جب کوئی مددگار کلکٹر قانون اور زبان کے امتحان میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کے تفویض میں ایک یا دو ضلع دیدے جاتے ہیں اور جب تک امتحان میں کامیابی حاصل نہیں کر لیتا تو اس وقت تک کسی عمدہ دار اعلیٰ کے پاس کام موقوف ہے۔ واسطے یہ بدیا جاتا ہے۔

اکیس خزانے اضلاع میں رہتے ہیں اور ہر ایک خزانہ کے واسطے ایک یا دو ڈپٹی کلکٹر درکار ہیں۔ کیونکہ اوسط حاصل ضلع دار ^{میں سے} لاغیر روپیہ ہوا اور آخر با بھی معتد بہ ہے۔ ڈپٹی کلکٹر کا یہ بھی منصب ہے کہ کلکٹر اور ان کے مددگاروں کو تنظیم حاصل میں اور عدالتی کامہ وائی میں امداد دے۔ مگر ڈپٹی کلکٹر در اس جو کہ مجسٹریٹ فراہم ادا نہیں کرتا اس سے مستثنیٰ ہے۔

پچاس ڈپٹی کلکٹر متقل ہیں۔ اور ضرورت کے وقت جنگامی کلکٹر بھی رکھ لئے جاتے ہیں۔

ایک ضلع کو تعلقہ پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اور وہ تعلقے تحصیلداروں کے تفویض میں دیے گئے ہیں۔ ایک ضلع کے تعلقوں کا شمار سولے اضلاع مدر اس اور بلکری کے کہیں تین اور کہیں دس اور کہیں اس سے زیادہ ہے۔

ایک اوسط درجہ کے تعلقہ کا رقبہ سات سو میل مربع ہے۔ اس میں دو گاؤں ہوتے ہیں۔ اور ایک لاکھ پچاس ہزار آبادی ہوتی ہے۔ اور حاصل ^{کے} قریب ہوتا ہے۔ تعلقہ اپنے عہدگی کے لحاظ سے پانچ درجوں کے ہیں۔

تحصیل کے عملہ میں ایک سررشتہ دار کے محرر مستنظم مالگزاری اور نوکر وغیرہ

ہوتے ہیں۔ تعلق کے خزانہ کا چھ سررشتہ دار کے پاس رہنا ہے۔ اور تختہ تجارت
رجسٹر اور مالانہ تختہ بھی سررشتہ دار کے ذمہ داری سے تیار ہوتے ہیں۔
محرم جو شمار میں آٹھ یا نو ہوتے ہیں۔ حساب۔ بلنس۔ خلاصہ تجارت زراعت
تختہ بابت موسم و دیگر ایوان حاصل۔ سلک اور رجسٹر وغیرہ تیار کرتے ہیں
تحریرات کام اور عدالتی کارروائی کو سرانجام دیتے ہیں۔ اور دفتر کے اٹلہ
وغیرہ اپنے تفویض میں رکھتے ہیں۔ قانونگوے گرد اور جو شمار میں تین یا چار ہوتے
ہیں تعلقات کے جیسے اون کے تفویض میں دیئے جاتے ہیں اور وہ ایک گاؤں
سے دوسرے میں دورہ کرنے پھرتے ہیں۔ اور اس بات کو دیکھتے رہتے ہیں
کہ بہات کے افسروں کا کام بخوبی انجام پارہا ہے اور ایسے کوکل تحقیقات کرتے
رہتے ہیں جو تحصیلدار کے کار ہوتے ہیں۔ ہر ایک تحصیلدار سب مجسٹریٹ کا کام
بھی دیتا ہے۔ اس حیثیت میں اس کی ڈپٹی تحصیلدار اور سب مجسٹریٹ مدد
کرتے ہیں۔ یہ ڈپٹی تحصیلدار اور سب مجسٹریٹ بڑے بڑے قصبوں میں
مقرر ہوتے ہیں۔ افسران مذکورین سے بعض کے تفویض بڑی بڑی خانگی
جائداد میں جو تحصیلدار کے سرکاری اقدار میں نہیں ہوتیں کر دیا جاتی ہیں۔
اور ہر ایک افسر مذکور کے تحت ایک چوٹا عملہ ہوتا ہے۔
ان جملہ تعلقات کے عملیات کا اصل سنبھال کے حساب کے نام سے **موسم**
افسران دیہات بندوبست مالگاری کے انتظام کی اصل گاؤں کے ملازمین
سے حاصل ہوتی ہے۔ ہر ایک ہندو دی گاؤں میں بارہ ملازم ہوتے ہیں جو بارہ

بلوتے کئے نام شور میں۔ یہ بارہ ماہ تمام منہ سہ روزی کام کا سرانجام دیتے ہیں
اون کی فہرست یہ ہے۔ انہیں سے پانچ سرکاری کام انجام دیتے ہیں اور ان کا
مالگزار کی کے رکن جیسے گنہ میں۔ چودھری۔ کریم۔ (یا بنیاس) صراف۔ برہم
تلاشی۔ کھار۔ شہار۔ جوہری۔ تبار۔ خجرام۔ دھوبی۔ رمال۔ انہیں
سے چودھری سب سے بڑا افسر ہے۔ کورنٹ کی طرف سے سردار سمجھا جاتا ہے
میں اصل جمع کرتا ہے اور دیوانی اور عدالتی اقتدارات بھی اوس کو حاصل ہوتے
ہیں۔ مختصر یہ کہ حیثیت میں وہ لوگوں کو زرائع دنگہ کی بابت مشورہ دیتا ہے اور
کی حیثیت میں وہ رقعات کے مقدمات اور شخصی کام کے جہاز سے جو قیمت میں اس
روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتے طر کر تا ہے اور اس کے فیصلہ کا مرافعہ نہیں ہوتا
فریقین کی رضامندی پر دیوانی مقدمات سو روپیہ تک فیصل کر تا ہے۔ فریقین
کی رضامندی پر وہ پچایت مقرر کر سکتا ہے۔ جو مقدمات کو عبسہ کی خاطر رقم اور
نیز بغیر مرافعہ کے طر کر دیتی ہے۔ چودھری کے پاس گاؤں میں سب سے بڑا
حصہ اراضی کا ہوتا ہے۔ اور گاؤں کے باشندوں پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔
چودھری گاؤں میں سرکار کی طرف سے وکیل ہوتا ہے۔ اور مالگزاری کی قسم
اول اسی کے ہاتھ سے وصول ہوتی ہے۔ حج کی حیثیت میں وہ نصف سمجھا جاتا ہے
بعض اضلاع کا یہ دستور ہے کہ وہاں منصفی اور منی گاری علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے
اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ ایک گاؤں میں کئی منی گار مقرر ہوتے ہیں۔
چودھری کے ذریعہ ضابطہ یا دہم یا تہہ سلاطین اعین مندرج ہیں۔

کرم دیہات کا ہی سب جوتا ہے اور وہ علاقہ دیوانی کا ایک اعلیٰ عہدہ دار سمجھا جاتا ہے۔ صرف بعض دیہات میں موجود رہتا ہے۔ اوس کا کام یہ جوتا ہے کہ رعایا جو رستم چودہری کو دیتی ہے وہ اس رستم کو پرکھ لیتا ہے۔ اراضی کی آبپاشی خواہ وہ بذریعہ تالاب ہو یا بذریعہ نہر نہر گنتی سے سرانجام پاتی ہے۔ بعض دیہات میں آبپاشی جوتی ہے لیکن نہر گنتی وہاں نہیں ہوتا تو اوس حالت میں گاؤں کا چپراسی آبپاشی کا کام دیکھتا ہے یا خود کاشت کار لوگ اوسکا بندہ و بست کرتے ہیں۔ تلماری چودہری کے ماتحت ایک چپراسی کا کام کرتا ہے۔ اس کام پر اکثر بیچ قوم کے لوگ مقرر ہوتے ہیں بعض وقت تلماری کو نگہبانی کا کام دیا جاتا ہے اور باقی جیسے ملازم۔ نہ پڑھو۔ لوگ ہوتے ہیں۔ جنکا ہونا گاؤں کے باشندوں کی حاجت برآری کے واسطے ضرور ہے۔ سرکار نے گاؤں کے عملہ میں تغیر پیدا کیا ہے اوس کے لحاظ سے ان ملازمین کے تعین مختلف کام دیئے گئے ہیں۔ اور ان کے نام بھی مختلف رکھے گئے ہیں۔ جس صورت میں آبپاشی کی کوئی خدمت موروثی ہوتی ہے تو اوس شخص کے فوت ہونے کے بعد ایسی قانون کے بموجب اوسکے وارثوں کو وہ خدمت ملتی ہے۔ مگر اس میں فرق اتنا ہی ہے کہ ہندو قانون کے بموجب اوس جائداد کے ٹکڑے نہیں کٹے جاتے ہیں۔ چوہری کرم۔ نہر گنتی۔ اور تلماری کے خدمتوں کے سوا اور خدمات ہیں دیہات دار خود اپنا بند و بست کر لیتے ہیں۔ اور اگر ضرورت پڑے تو کلکٹر کو درخواست دیکر فیصلہ کرا دیتے ہیں۔ مگر خدمات مذکورہ پر کلکٹر حقدار خود معین کر دیتا ہے۔

امید واروں کے انتخاب میں کلکٹر کے المفرد ویسی قانون کو پیش نظر رکھتا ہے۔ عورتوں یا نابالغ امید واروں کے عوض گائے مقرر کئے جاتے ہیں۔ مگر اس قدر میں کلکٹر کی منظوری ضروریات سے ہے۔ منہی کرنے کی منظوری یا نا منظوری جب قانون کی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو دعوی ہو تو وہ اپنا دعوی کلکٹری میں پیش کر سکتا ہے اس مقدمہ کے تصفیہ کے لئے کلکٹر فریقین کے نام اور نیز گواہوں کے نام طلب نامہ بھیج کر دے دیا جاتا ہے۔ اگر اس طلب نامہ پر کوئی شخص حاضر نہ ہو تو اس کے سزا دی جاتی ہے۔ ان مقدمات پر قانون دیوانی کے دفعات نافذ نہیں ہو سکتی اور ڈگری یاب کو خرچ نہیں دیا جاتا ہے۔ اور سرکار ہند نے ایسے دعاوی میں کورٹس معاف کی ہے۔ تین ماہ کے اندر ایسے مقدمات کا مرافعہ ہو سکتا ہے۔ تعلقہ کے کم نے جس مقدمہ کا فیصلہ کیا ہو اس مقدمے کا مرافعہ کلکٹری یا مجلس مال میں فریقین کر سکتے ہیں۔ کلکٹر کے فیصلہ پر مجلس نگذاری میں مرافعہ ہو سکتا ہے اور مجلس کے فیصلہ پر گورنمنٹ میں اپیل ہو سکتی ہے۔ اس ضابطہ کی تعمیل کرانے کے لئے کوئی قانون مقرر نہیں ہے اور کسی شخص کو بیدخل بھی نہیں کیا جاسکتا مگر یہ بات ہے کہ تحصیلدار کے احکام کے مخالف کبھی نہیں کئے جاتے۔ کلکٹرون کو اس بات کی فہمائش کی گئی ہے کہ اگر کسی شخص کا قبضہ تین برس سے زائد عرصہ سے چلا آتا ہو تو اس کی بیدخلی کرنے میں نہایت احتیاط کرنی چاہیے۔ لیکن وہ اپنے دفتر میں اس بات کو لکھ دیتا ہے کہ فلان شخص نے فلان شخص کے مقابل دعوی پیش کیا تھا تا کہ بے قابض کے مرنے پر سابق کا دعویہ اپنا قبضہ کر لے۔ کلکٹرون کو

اختیار ہے کہ بد روشی کے باعث دیہات کے ملازمین کو برطرف کر دے اور ان کی صورت میں اس کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا بشرطیکہ وہ بد روشی کے جرم میں شریک نہ ہو۔ اور اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو مجرم کے زمانہ عیادت تک غائب شخص مقرر کیا جاسکتا ہے۔ دیہات کے اور ملازمین جیسا کہ سرکار سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ دیہات والوں سے اپنی محنت کی اجرت وصول کر لیتے ہیں۔ جس غائب سرکاری ملازمین کو سرکار نے زمانہ سابق میں زمینیں دیدی ہیں اور ان کا قفہ بحال رکھا جاتا ہے۔ مگر اب سرکار ان لوگوں کو زمین یا وظیفہ نہیں دیتی۔ دیہات کے سرکاری ملازمین کو سرکار کی طرف سے زمینیں دی جاتی ہیں۔ یہ زمینیں اکثر بغیر محصول دیجاتی ہیں اور بعض وقت خفیف محصول لیا جاتا ہے۔ اس محصول کا نام چوڑی رکھا گیا ہے بعض وقت دوسرے کاشتکاروں کے اراضی کا اون کے نام سے زمین کر دیا جاتا ہے بعض وقت علاوہ سرکاری محصول کے کاشتکاروں سے غلہ یا نقد روپیہ ملازم کو دلایا جاتا ہے۔ اور بعض وقت سرکار نقد تنخواہیں دیتی ہے۔ جس صورت میں کہ تنخواہ کے عوض زمین دی جاتی ہے تو اکثر جھگڑے واقع ہوتے ہیں ایسے مقدمات کو کلکٹر ۳۱ء کی چپٹر ایکٹ کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اکثر مقدمات میں صرف اس بات کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اراضی متنازعہ فیہ مدعی کے قبضہ میں دلائی جاوین۔ یا یہ کہ شخص قابض سے اس زمین کو محصول ملے گا کو دلایا جاوے اور اس بات کی تحقیقات نہایت دشوار ہے کیونکہ یہ بات سرکاری عمل دخل کے زمانہ کے پیشتر سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ امر نہایت غور طلب ہے اور اکثر

ایسے مقدمات میں فریقین کے بیانات کو دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ گورنمنٹ جو اب حال میں اراضی اور نقد روپیہ ملا کر دیہات کے سرکاری ملازمین کو دیتی ہے اس کا حصہ چھ مہینے کے روپیہ سالانہ بیٹھا ہے۔

گورنمنٹ نہیں چاہتی ہے کہ دیہات کے ملازمین کو انعام کے طور سے زمین دیا جائے یا کاشتکار لوگوں کو میسر۔ دیکھو اور حتی الامکان سرکار ان لوگوں کو نقد مہینہ دینا پسند کرتی ہے۔ ۱۹۶۲ء میں ایکٹ بھی سرکار نے اس غرض سے نافذ کیا تھا کہ کاشتکاروں سے ایک آنہ فی روپیہ لکھ روپیہات کے سرکاری ملازمین کا خرچہ ادا کرے۔ محکمہ انعام سے یہ قانون قرار پایا ہے۔ کہ اراضی انعام پر خفیف محصول لگایا جاوے۔ اور بعض صورتوں میں اراضی انعام پر محصول بالکل نہیں لیا جاوے۔ ان قاعدوں کے جاری کرنے سے دیہات کے سرکاری ملازمین کی اجرت میں بڑا تغیر واقع ہوا۔ اور اراضی کے عوض میں نقد مہینہ ہوا زمین معین کی گئیں۔ اور اس موقع پر ان کی دہان میں بھی بڑا تغیر ہوا اور جو بیہوش دیہات کے ملازمین وصول کر لیتے تھے اس کے واسطے ایک عمدہ بندوبست کیا گیا۔ اس بارہ میں مختلف اضلاع میں مختلف اقسام سے کارروائی کی جاتی ہے ابھی تک اس کا تعلق محکمہ بندوبست سے تھا۔ لیکن آئندہ محکمہ مذکور سے کچھ علاوہ نہ ہوگا۔ جس قسم سے دیہات کے سرکاری ملازمین کی تنخواہیں دی جاتی ہیں ان کو واپس سرورس فنڈ کہتے ہیں۔ اس قسم میں وہ تمام خفیف محصول جمع کے جائے ہیں جو صرف اراضی انعام سے وصول ہوتے ہیں۔ ایکٹ چارم باب ۱۶ کے تحت

کے محصولات ادا دیں راضی کے محصولات جو سابق میں انعام تھی اور ارضی خالصتیں ٹیک کی گئی ہیں اسی میں شریک کئے جاتے ہیں۔ اس تغیر و تبدل سے خوشی پیدا ہو کر وہ ذیل کے دو مثالوں سے ظاہر ہو۔ فرض کرو کہ ایک دیہات کے ملازم کے پاس سرکاری زمین تھی اور وہ اسکا کچھ محصول نہیں دیتا تھا اور اگر دیتا بھی تھا تو نہایت خفیہ قسم اس سے وصول ہوتی تھی لیکن اب نئے قاعدہ کی رو سے سرکار اسکو نقد تنخواہ دیا کرے گی اور وہ زمین بھی اس کے حوالہ کر دے گی مگر اس زمین کو اس کی خدمت سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔ اور اس زمین پر سرکار مالگزار کی لگائیگی مگر دوسرا مالگزار کی رقم مولیٰ رتبہ کا پانچ اٹھواں حصہ ہوگا۔ کم محصول لینے کا یہ باعث ہو کہ ان اراضی پر مدت سے اونکا قبضہ چلا آتا ہے۔ اور لوگ ان اراضی کو اپنی ذاتی جائیداد سمجھنے لگے ہیں۔ دوسری مثال یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک دیہات کے ملازم کو ایک اور کاشتکار کے زمین کا محصول مقرر کر دیا گیا ہے تو اس صورت میں وہ کاشتکار تمام محصول دیہات کے ملازم کے حوالہ کر دے گا اور ملازم مذکور پانچ اٹھواں حصہ اسکا سرکاری قسم میں جمع کر دے گا اور باقی تین اٹھواں حصہ خود لے لے گا مگر اس کاشتکار کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ دیہات کے سرکاری ملازمین کے فوت کے وقت تقسیم جائداد کے یہ اصول پر یا اور بیضابطگیوں کی وجہ سے بہت دعویدار پیدا ہو جائیں بعض مقامات میں فوت شدہ ملازم کا ولیفہ و عویداروں پر تقسیم ہو جاتا ہے مگر انکے صرف ایک آدمی دیہات کا کام دیکھتا ہے جو وقت اس رقم کے جس دعویدار موجود ہوں اور یہ ثابت ہو کہ ساہا سال سے وہ اس رقم کو پاتے ہیں تو اس طرح کئی

نقصیم و طبعہ اولاً کسی غلطی سے ہو گئے ہو تو ادن سب کو رقم جمع بندی کا ۹ حصہ عطا کیا جاتا ہے۔ ان قواعد و ضوابط کی تصریح بخوبی کی گئی ہے بہت سی حالتوں میں ایسا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص سرکار کی طرف سے دیہات کے کام پر صرف ایک سال ہی رہا ہو تو اس کا استحقاق ویسا سمجھا جاتا ہے جیسا کہ دوسرے ملازمین کا اور جو کئی سال تک سرکار کی نوکری بجالاے ہیں ایسے حالتوں میں جیسا کہ اوپر بھی بیان آچکا ہے باشندگان دیہات کے منس ملازم مذکور کو منس دیجاتی ملکہ سرکار ایک آٹھ فیروپیہ خرو لیکر افسران و یہ کو ماہوارین دیدیتی ہے۔ عملیات کی تریم کے وقت پر چھوٹے چھوٹے دیہات ملا دئے جانے میں تاکہ عملہ کا خرچ کم ہو جائے لیکن ملائے وقت اس بات کا لحاظ ضرور کیا جاتا ہے کہ دیہات کا اشتراک اس قدر نہ کیا جائے جس سے انکے باشندوں وغیرہ کو تکلیف ہو ایک منصف اور متلازم ہر ایک کا دن کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے اور حتی الامکان باشندگان دیہہ کی اسے دیہات کے دیسے میں لی جاتی ہے۔

تریم کے وقت ملازمین کا شمار کم ہو جاتا ہے مگر ادن ملکی تنخواہوں میں ترقی کر دی جاتی ہے۔ جب تریم مذکور تمام و کمال ہو چکتی ہے تو ظاہر ہے کہ بہت سے زمینی جھگڑے اودھ کھرے ہونے میں جنکا تصفیہ حسب ایکٹ ۱۸۳۱ء عیسوی کے کیا جاتا ہے۔

تریم کی حالت میں بھی وہ خدمات موردی رہیں گے جو اشتراک سے پہلے موردی تھے۔ اور قائم مقامی کے مقدمات حسب ایکٹ مذکور قابل سماعت ہونگے۔

جلد دوم حسن نمبر ۱۲

جس اضلاع میں اس طرح کی ترمیم ہو چکی ہے یا پوری ہے وہ یہ ہیں۔ گودا واری۔ کرنل
 تاولی۔ تسلیم چنگلیٹ۔ نیلور۔ ترچچاپلی۔ کسٹن۔ نیگاری۔ گرہ۔ کناراجولی
 اور گنجام۔ بھاری۔ اور کٹ شمالی۔ اور کومیاٹور۔ میں ترمیم ہونے والی
 باقی کے اضلاع میں پُرانا قاعدہ جاری ہے۔ تنخواہ کی شرح جو ترمیم کے وقت کیجانی
 ہے مختلف مقامات پر مختلف ہے۔ کرنل گودا واری اور ترچچاپلی میں جو ماہوں
 کی شرح مقرر کی گئی ہے وہ بطور نمونہ کے بھیجی جاتی ہے۔

غیر الملک

ممتاز انگلو انڈین

(نمبر ۱)

سر اکلینڈ کالون

مرحوم انریبل جان ولسن کالون صاحب سابق لفٹنٹ گورنر ممالک شمال و مغرب کے پانچویں صاحبزادے آئیں سر اکلینڈ کالون حال لفٹنٹ گورنر شمال و مغرب و چیف کسٹنر اور جسٹس آف دین ہیلبری کالج کی طرف سے ہندوستانی سول سروس کے لئے مقرر ہوئے تھے۔

سر اکلینڈ کی ہندوستانی زندگی کا ابتدائی حصہ ممالک شمال و مغرب میں گزرا جہاں کہ اسٹنٹ مجسٹریٹ اور اسٹنٹ کلینٹ آفسر کی خدمات انجام دیتے رہے اور اسی زمانہ میں ان اعلیٰ درجہ کی معلومات و وسیع تجارت کی بنیاد قائم ہوئی جسکے بخاطر اسے وہ حال کی افیشل لایف میں ایک جلیل القدر معتمد عوام و سلطنت اور تجربہ کار مدبر خیال کئے جاتے ہیں۔

صاحب موصوفہ جنگی قابلیت و صیحات متحدہ کے باہر بھی تسلیم ہوئی۔ ۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ ہند کی جانب سے اول ہجوم اور بعد کو فارین سکرٹری مقرر ہو کر انہی آخر الذکر صیغہ میں انھوں نے سر سہری ڈیورٹ کے ساتھ کام کیا جسکی قابلیت پر وہ نہایت اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ لیکن سر اکلینڈ کی مالی قابلیتیں بڑھ کر گورنمنٹ شمال و مغرب کو ان کی طلبی پر پھر مجبور کیا۔ اور جسٹس آف دین دھکڑ بڑ آف ریفرنس الہ آباد کے سکرٹری مقرر ہوئے جہاں کہ انھوں نے نایاب مشین

سراجنام دین۔ جو اس درجہ مقبول ہوئیں کہ اداسوقت سے ترقیوں کا سلسلہ برا جاری رہا۔ ۱۹۰۷ء کے مابین سکرٹری محکمہ مال ہونے کے علاوہ سر جان سکرٹری کے سکرٹری گورنمنٹ بھی مقرر ہوئے تھے۔ اسی زمانہ میں پونا اور احمد نگر میں بدانتظامی اراضی کی وجہ سے گورنمنٹ بی بی کے تحت میں بھی اون کے قابل قدر تجربوں کی آزمائش کا موقع ملا تھا۔

سرایولن بیرنگ نے جو اپنے قریب دار دیس سے لارڈ ناتھ بروک کے زمانہ میں سر اگلینڈ کے فائنل تجربوں کا اندازہ بخوبی کر چکے تھے جبکہ مالی امور مصر کی سراجنام وہی میں مصروف تھے۔ گورنمنٹ ہند کو سر اگلینڈ کا لون کے روانہ کی جانے کی ترغیب دی۔

حقیقت یہ ہے کہ سر اگلینڈ کی موجودگی مصر نے وہاں کی حالت میں قاعدہ اور انتظام پیدا کیا۔ اور جب سرایولن بلالے گئے اور ہندوستان کے فائنل منسٹر مقرر ہوئے تو سر اگلینڈ کا لون ایک فریج ہمسفر کے ساتھ اون کے عہدہ کے خدمات بھی ادا کرتے رہے۔ اور جو غرت کہ مصر کو یورپ کے بازار تجارت میں اس وقت حاصل ہے وہ زائد ترانچین یورپین منتظمین کی بھی خواہی کی شکوہ عربی پاشا کی مشہور لڑائی کے زمانہ میں سر اگلینڈ کا لون نے جواسوقت تھا قاہرہ میں تھے اور حضور ملکہ مغلہ کے پرینسپٹو سراسے مال بھی نصبت رہے تھے نہایت قابل تعریف کام کئے۔ ۱۹۰۷ء میں صبح کو جبکہ عربی پاشا کے ساتھیوں کی تعداد سراوٹھا چلی تھی ان کی دلیرانہ صلاح یہ ہوئی کہ قبل اس کے کہ عربی

پاشا کا کوئی عذر سنا جاوے خدیو کو اپنی حکومت کا اعلان تمام فوج میں گشت کروایا اور ہانغیوں سے انکی تیغ و سپر طلب کر لینا چاہیے۔

کچھ شک نہیں کہ اگر اس مدیرانہ صلاح پر عمل کیا جاتا تو مصر کی لڑائی کو ذرا بھی طول نہ ہوتا اور خود غولی پاشا جو اپنی خام خیالی کے تیاج سے خوف زدہ ہو گئے تھے راہ راست پر آجائے مگر بد قسمتی سے ایسا نہ ہو سکا اور وہی نتیجہ ہوا جسکو سب لوگ جانتے ہیں اور یہاں اس بات کا بیان کرنا کہ جب تک غولی پاشا کو شکست نہیں ملی خدیو مطیع رعایا بار سے طول علی ہر۔

سر کلینٹن کاوان کو لہ باوسی مکندریہ کے وقت بھی موجود تھے جس سے سر بیکیپ سیو (ایڈیٹارل) کو تین ہفت پولیٹیکل مشورون کی مدد ملی۔
امن قائم ہونے پر صاحب موصوف جو اسی زمانہ میں آرڈر آف سینٹ میریکامیل اینڈ سینٹ جارج کے ٹائٹل ہو چکے تھے ہمارے فارین آفس خدیو کی خاص خواہش سے واپس آکر گورنمنٹ مصر کے مشیر مال مقرر ہوئے جہاں کہ ٹاؤنشین اپنی مشورۃ قابضیتوں کے صرف کرنے کا موقع مستعد ہو گئے۔
رہا جب تک وہ ہندوستان میں سرایون بیرنگ کی جگہ پر طلب کر لئے گئے۔
سالانہ جلسہ تین سر کلینٹن کی سستی لیا تو ان کا مجبوری امتحان ہوا۔ اور انہوں نے سر کلینٹن کے سرائون سے مالک متحدہ کی فٹنٹ گورنمنٹ کا تباہ لے لیا۔ اور بعد ایک ہفتہ کے جو تقریریں ناچینسلا الہ آباد یونیورسٹی میں کئے گئے تھے وہ اہم اور دلچسپ تھیں۔

ہے ایک سربراہ وہ گوان ن دوست انگریز کی افیشل لایف بیان کر کے اپنے ناظرین کو یقین دلایا ہے کہ ہندوستانی سول سروس کے انگریز اہلکارین اور تمام اہم خدمات کی سرانجام دہی میں نایاب ہوشیاری اور ایمانداری صرف کر سکتے ہیں جو توجہ برطانیہ اوکو سپرد کرتا ہے اور سرکلینڈ کالون کی خدمات میں اور ہندوستان۔ اور سالانہ بجٹ کی تیاری ہمارے یقین کی شاہد بن دے رہی ہے۔ یہ سرکلینڈ کالون ہی کی رحم دلی اور ہمدردی تھی جس نے ایک بار جبکہ گورنمنٹ ہند کی مالی ضرورتوں کے پورا کرنے کی عرض سے لگان اپنی کی زیادتی تجویز ہوئی۔ حکام کے ہاتھوں اور اراکوں کو اپنی مدد برائے فصاحت سے روک دیا تھا۔

علاوہ ان بھلائیوں کے جو بلحاظ فائز نشتر اور سکرٹری گورنمنٹ عمل میں آئیں صاحب موصوف ہم ہندوستانیوں میں اشاعت علوم و روشنی کے بھی سچے حامی ہیں۔ جیسا کہ ان کی عام تقریر میں واضح ہوتا ہے۔ وہ ہمارے قلمی تعلیم گاہ محمد ن۔ اینگلور۔ اور نیٹیل کالج علیگڑہ کے وائس چیمپ ہیں۔ جہاں کہ گزشتہ سال تشریف لے گئے تھے۔ اور ہماری تعلیم کی بابت جن خیالات کا اظہار ہوا تھا ثابت ہوتا ہے کہ بحیثیت صوبائی متحدہ کے حاکم اعلیٰ ہونے کے صاحب موصوف کو حضور ملکہ معظمہ کی عامہ رعایا کی بیہودی مخطا ہے۔ اور اس وقت تک عد حکومت ممالک شمال و مغرب نہایت انصافانہ حکمت عملی پر مبنی رہا ہے۔ جہاں تک ہم کہتے ہیں ان سے زیادہ کوئی شخص یہ نہیں چاہتا ہے کہ نوجوان ہندوستانی جو اس تعلیم

ترہیت کے تین سال کے عرصہ میں پیدا ہوئے اور جو ایک ”جزو اعظم“ ہیں دانی کی جاوے۔ اور جیسا کہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کے پاپویر میں ایک مدبرانہ تحریر کے ذریعہ سے اس خصوص میں بہت سے فیضانہ خیالات کا اظہار بھی ہوا تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ کانگریس کی فوج نے جن جن طریقوں سے کارروائی کی یا ”جتنے آلات حرب وہ استعمال“ میں لائی ہر ادن سب کو وہ پسند کرتے۔

ایسے وقت کہ ”ہندوستانیوں کا خیال آگے کو بڑھتا جاتا اور اس شوق و خواہش میں تھا کہ اپنے دائرہ افعال کو وسعت دے اور جو کام اوسکے حصہ کا ہے۔ آدہ و رفت کی بڑی آسانیوں کے اثر سے بہت جلد چنگی پا کر۔ انگلستان کے حالات سے واقف و مشتاق ہو کر اور اون موقعوں سے پرہمت بن کر جو سالہائے امن و آزادی سے اوس کو حاصل ہوئے تھے۔ آخر کار اپنی قوتوں سے واقف ہونے میں اپنے تئیں کامیابی کو محسوس کر ہی چلا تھا کہ انہیں چھ دنانشمند۔ خیر خواہ۔ محب وطن۔ اور نیک نیت حضرات ایک قدم آگے بڑھا نہیں بلکہ ہندوستان میں جمہوری اصول کے عملدآمد۔ اور پارلیمنٹری طرز حکومت کے اجراء کے خواہشمند ہو کر کہ جس کو خود انگلستان نے بتدیج اور زمانہ ددائی محسنوں نے حاصل کیا ہے ایک نامعلوم مقام میں حست لگانے مستعد ہوئے۔

ۛ یہ مضمون جس کی ہیڈنگ ”مکمل حق“ ہے اگر یہ اصل ہندوستان کے کیا معنی ہیں؟“ ہے اٹھا مقبول ہوا تھا۔ اور ہندوستان و انگلستان میں بڑی اشاعت پائی تھی۔

بہت بڑے جنگاں اور دعوے سے یہ خواہش اگر کسی ایسے ملک میں کی جائے
جہاں کہ عامہ رعایا کو حدود و آزادی و اطاعت میں تمیز ہوتی۔ وہ اس طرح
حکومت کو جسکے اجراء کی خواہش کی گئی ہے سمجھ سکتے۔ اور سب سے بڑا ہرجا
پولٹیکل فریق اس حیثیت مخالفانہ کی ذمہ داری برداشت کر سکتے جسے انھوں
نے اختیار کیا ہے۔ کچھ مضامین نہما۔ مگر ہندوستان میں صرف اگر ترقی
یافتہ لوگوں کی جانب سے جو ابھی تک قلیل تعداد میں ہیں اور جنکو عام آدمی
سے کوئی نسبت نہیں ہے ایک خواہش کی گئی اور اس میں غیر انگریزی
تعلیم یافتہ فرقے کی شرکت کے جدوجہد میں ایسے طریق عمل اختیار کئے گئے جو
سرے سے کلان کانٹریکٹیشن ہوتے کے علاوہ اس ملک کے لئے جسمانی
مضر نتائج پر مبنی تھے۔

”کون دانشمند خیال کر سکتا ہے کہ دولت برطانیہ اس عظیم الشان مملکت کی
محلی حکومت و انتظام کو جسکے لئے وہ خدا اور سولیزیشن دونوں کے روبرو
جوابدہ ہے ایک قلیل گروہ کے دست قدرت میں سپرد کر دیے پر قیادت کرے گی
مگر کسی انتظام میں اصلاح یا فروگزاشت کا رقع ہو جائے۔ اور ایک بھلا بھلا
جوسان سے چلی آئی ہے رزائیہ عرصہ تک جاری رہا ہو جو وہ طریق حکومت
کے اعلیٰ اور نمایاں اوصاف میں داخل ہے۔ مگر جمہوری اصول کے عکس
یا اوٹکی اشاعت سے فی الحال کے ساتھ دل ہندوستان میں مجر اس نتیجے
کچھ حاصل نہیں ہو سکتا کہ شاہی حقوق و عزت کے ساتھ گناہی اور بوجھا

برتاؤ جس کو یہاں کی تمام نمایاں صدیوں سے بادوب تیسیم کرتی چلی آتی ہے اور انگلستان کی نسبت بھی مسٹر جیسن مکار تھی ایم۔ پی رسل زمارتہ امریکن ری دیو کے اسپتال کے ایک فہرین بیان کرتے ہیں کہ وہاں ”شاہی گورنمنٹ کے خلاف کبھی کوئی شواہد و ثبوت نہیں ہوا اور نہ ہی بد اسباب جمہوری طرز حکومت کے اصرار اور دعوہ کا کوئی زمانہ آنیوالا ہے کچھ مشہد نہیں کہ ہمارے سابق مدبر و ایسے گاندھن کے منیشن ہوس میں یہ فرمانا کہ ”موجودہ حاکمانہ طرز سلطنت ہندوستان کے لئے بہت زمانہ تک کافی ہوگا“ نہایت ٹھیک ہے۔ پس یہ کہو اور ادن کو گون کو جو اپنے آپ کے سچے دوست ہیں اور اس خدا دس اور نیک دل گردہ پر کامں اعتبار کرنا اور اسکا مشکور ہونا چاہیے جس کی صدیوں کی ہستی کو مشنوں نے ہماری آنکھوں کو روشن اور ہمارے طالع خفہ کو بیدار کر دیا ہے اور کچھ لوگ ہم میں سے عقلی معلومات کے بڑے حصہ سے آشنا ہو چکے ہیں اور انہیں عملی دہشت کا آغاز نہیں ہوا ہے۔

ہم اپنے دوسرے فہرین ہنری وڈر کی سوانح عمری سے بحث کرتے ہیں جس نے ہندوستان اور مخصوص بنگال میں بڑے تعلیمی کام کئے ہیں۔

محمد اصغر حسین

